العروة فی الحج و العمرة

فتاویٰ حج و عمره

(حصہ سوم)

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔فون:2439799

نام کتاب	:	العروة فی الحج و العمرة "فتاویٰ حج وعمرہ"
تصنیف	:	حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
سن اشاعت	:	ذی الحجہ 1428ھ۔جنوری 2007ء
تعداد اشاعت (بار اول)	:	2800
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
		نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی۔فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

www.ahlesunnat.net

پر موجود ہے۔

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔پھر کچھ لوگ تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں۔
ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیرِ اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کے بارے میں ہم نے خود دارالافتاء کی جانب رجوع کیا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء کے سفرِ حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا ان میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا

اس مجموعے میں شامل کر دیا اور ضخامت کی وجہ سے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا، پہلے دو حصے ماہ نومبر اور دسمبر میں شائع ہو چکے ہیں اور یہ حصہ سوم ہے جو جنوری ۲۰۰۸ء کی اشاعت میں شامل کیا جا رہا ہے، جسے جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت کے 165 ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

فہرست مضامین

متفرق

متفرق

کیا مکہ اور منیٰ الگ الگ بستی ہیں

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا منیٰ اور مکہ مکرمہ الگ الگ بستی ہیں، دونوں جگہ اقامت کی نیت درست ہوگی یا نہیں؟ جیسے کوئی حاجی مکہ آیا اس نے پندرہ دن سے قبل مناسک حج کی ادائیگی کے لئے منیٰ کو روانہ ہونا ہے اور وہ مکہ میں اقامت کی نیت کرے تو اس کی اقامت کی نیت درست ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت درست نہ ہوگی کیونکہ اقامت کی نیت کے درست ہونے کی چند شرطیں ہیں اور اقامت کے درست ہونے کے لئے ان کا پایا جانا ضروری ہے، چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ(۱) "مجتبیٰ" سے اور ان سے علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ (۲) نقل کرتے ہیں:

قال فی "البحر" عن "المجتبیٰ" إنما تؤثر النية بخمس شرائط ترك السير، وصلاحية الموضع، و اتحاده، و المدة، و الاستقلال بالرأی ۱ھ

یعنی، "مجتبیٰ" کے حوالے سے "البحر الرائق" میں فرمایا: نیتِ اقامت صرف پانچ شرائط کے ساتھ مؤثر ہوتی ہے (وہ شرائط یہ ہیں) (۱) چلنا ترک کرنا، (۲) جگہ کا اقامت کی نیت کی صلاحیت رکھنے والی ہونا، (۳) جن جگہوں میں اقامت کی نیت ہے ان کا اتحاد،

۱۔ غنیۃ ذوی الأحکام فی بغیۃ درر الحکام علی هامش الغرر و الدرر، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ۱۳۳

۲۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۲)، کتاب الصلاۃ، باب المسافر، ص ۲۳۱

(۴) مُدّت (یعنی کم از کم پندرہ دن رہنے کی نیت ہو)، (۵) (نیت کرنے والے کا) مستقل بالرائے ہونا۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و نية الإقامة إنما تؤثر بخمس شرائط: ترك السير حتى لو نوى الإقامة وهو يسير لم يصح، و صلاحيت الموضع حتى لو نوى الإقامة فی براً و بحراً و جزيرة لم يصح، و اتحاد الموضع، و المدة، و الاستقلال بالرأی ۔ هكذا فی "معراج الدراية" (۳)

یعنی، اقامت کی نیت پانچ شرائط کے ساتھ معتبر ہوتی ہے (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ چلنا موقوف کرے پس اگر اقامت کی نیت کی اور برابر چلتا رہا تو نیت صحیح نہ ہوگی، (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ مسافر جس جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے وہ جگہ ٹھہرنے کے لائق ہو یہاں تک کہ اگر جنگل میں یا دریا میں یا جزیرے میں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو صحیح نہ ہوگی، (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ کسی ایک جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے، (۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ برابر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے، (۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ اس کی رائے مستقل ہو۔ اسی طرح "معراج الدراية" میں ہے۔

اور اقامت کی شرائط میں سے تیسری شرط یہ ہے کہ کسی ایک جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے، جب اس نے پندرہ دن میں دو جگہ ٹھہرنے کی نیت کی تو یہ شرط متحقق نہ ہوئی اور وہ مقیم نہ ہوا۔ اگر ایک جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور اس کے علم میں ہے کہ انہی پندرہ دن میں مجھے کسی اور جگہ بھی جانا ہے تو دیکھا جائے گا کہ وہ دوسری جگہ (۱) اسی شہر میں ہے یا (۲) اس شہر کے توابع سے ہے یا (۳) الگ ایک مستقل جگہ ہے، نہ اس شہر میں ہے نہ اس کے توابع سے ہے تو پہلی صورت میں نیتِ اقامت درست ہو جائے گی کیونکہ شہر اپنے اطراف

۳۔ الفتاوی الهندية:۱/ ۱۳۹

(کناروں) کی دوری کے باوجود ایک ہی خطہ شمار ہوتا ہے، چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأن المصر مع تباین أطرافه کبقعة واحدة (٤)

یعنی، شہر اپنے کناروں کی دوری کے باوجود ایک خطہ کی مثل ہے۔

اور دوسری صورت میں بھی میتِ اقامت درست ہو گی جیسے شہر اور قریہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور قریہ اس شہر کے تابع ہے اس طرح کہ وہ قریہ شہر کے اتنے قریب ہو کہ اس قریہ کے رہنے والوں پر جمعہ واجب ہو اور اس صورت میں شہر اور قریہ حکماً ایک ہی جگہ شمار ہو گی چنانچہ علامہ علاؤ الدین ابو منصور محمد بن احمد سمرقندی متوفی ۵۳۹/۵۴۰ھ (۵) لکھتے ہیں اور ان سے قاضی محمد بن فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ (۶) نقل کرتے ہیں:

و أما إذا تبع أحدهما الأخر بأن کانت قریة من المصر بحیث تجب الجمعة علی ساکنها، فإنه یصیر مقیماً بنیة الإقامة فیهما، فیتم بدخول أحدهما، لأنهما فی الحکم کموضع واحد، کذا فی "التحفة" ۔ و اللفظ للدرر

یعنی، مگر جب ایک دوسرے کے تابع ہو اس طرح کہ وہ شہر سے اتنا قریب ہو کہ وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ واجب ہو تو مسافر ایسی دو جگہوں کی اقامت کی نیت سے مقیم ہو جائے گا، پس وہ دونوں میں سے کسی بھی ایک میں جانے سے پوری نماز پڑھے گا کیونکہ وہ دونوں جگہیں حکم میں مثل ایک جگہ کے ہیں، اس طرح ''تحفہ'' میں ہے۔

اور علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ (۷) لکھتے ہیں اور ان سے فقیہ

٤۔ الهدایة المجلد (٣۔٤)، کتاب المضاربة، ص ٢٢٨

٥۔ (تحفة الفقهاء، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ٧٦

٦۔ درر الحکام شرح غرر الأحکام المجلد (١)، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ١٣٣

٧۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق المجلد (١)، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ٥١٣

عبد الرحمٰن بن سلیمان شیخ زادہ حنفی متوفی ۱۰۷۸ھ (۸) نقل کرتے ہیں:

و إن کان أحدهما تبعاً لآخر بأن کانت القریة قریبةً من المصر بحیث تجب الجمعة علی ساکنها، فإنه یصیر مقیماً یَتِمّ بدخول أحدهما أیّهما کان، لأنهما فی الحکم کموطن واحد ۔ اللفظ "للتبیین"

یعنی، اگر دو جگہوں میں سے ایک دوسری کے تابع ہو اس طرح کہ دوسری جگہ شہر سے قریب ہو اس حیثیت سے کہ اس جگہ کے رہنے والے پر جمعہ واجب ہو تو وہ دونوں میں سے کسی ایک موضع میں داخل ہونے سے مقیم ہو جائے گا کیونکہ وہ دونوں ایک جگہ کی مثل ہیں۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

أما إذا تبع أحدهما الأخر کقریة قریبة من المصر بحیث تجب الجمعة علی ساکنها، فإنه یصیر مقیماً بدخول أیهما کان للاتحاد حکماً (٩)

یعنی، مگر جب ایک جگہ دوسری جگہ کے تابع ہو شہر کے قریب قریہ کی مثل اس حیثیت سے کہ اس قریہ کے رہنے والے پر جمعہ واجب ہو پس وہ دونوں مواضع میں اتحاد کی وجہ سے جس میں بھی داخل ہو گا مقیم ہو جائے گا۔

اور قریب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اتنا قریب ہو کہ اذان اس قریہ میں سنائی دے، یہی اکثر ائمہ کا قول ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ نقل کرتے ہیں:

مگر اکثر ائمہ کہتے ہیں کہ اگر اذان کی آواز پہنچتی ہو تو ان لوگوں پر جمعہ پڑھنا فرض ہے (۱۰)

٨۔ مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر، المجلد (١)، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ٢٤٠

٩۔ الدر المنتقی شرح الملتقی علی هامش مجمع الأنهر، المجلد (١)، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ٢٤١

١٠۔ بہارِ شریعت، حصہ (۴)، جمعہ کا بیان، ص ۳۱۱

اور فقہاء کرام نے ایک جگہ کے دوسری کے تابع ہونے کے لئے یہ بھی کہا کہ دونوں میں جگہیں مستقل بنفسہ ہوں گی تو ایک جگہ دوسری کے تابع نہ ہوگی چنانچہ علامہ علاؤ الدین ابو منصور بن محمد بن احمد سمرقندی متوفی ۵۳۹/۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

فأما إذا نوى إقامة خمسة عشر يوماً في موضعين، فإن كل واحد منهما أصلاً بنفسه، فلا يكون أحدهما تبعاً للآخر، فإن نوى أن يقيم بمكة و منى فإنه لا يصير مقيماً (١١)

یعنی، مگر جب دو جگہوں پر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی پھر دونوں جگہوں میں سے ہر جگہ اصل بنفسہ ہے تو ایک جگہ دوسری کے تابع نہ ہوگی۔ پس اگر مکہ اور منیٰ میں (معاً) اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوگا۔

اور منیٰ مکہ مکرمہ کے تابع نہیں ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و لو نوى بموضعين ليس أحدهما تبعاً للآخر كمكة و منى لا يصير مقيماً (١٢)

یعنی، اور اگر ایسی دو جگہوں کی نیت کی جن میں سے ایک دوسری جگہ کے تابع نہیں ہے جیسے مکہ اور منیٰ (کہ منیٰ مکہ کے تابع نہیں ہے تو ایسی صورت میں) مقیم نہ ہوگا۔

اور تیسری صورت میں پندرہ دن اقامت کی نیت درست نہ ہوگی، کیونکہ اقامت کی نیت وہی معتبر ہوتی ہے جو ایک جگہ پر ہو چاہے وہ جگہ حقیقتاً ایک ہو یا حکماً، چنانچہ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

و قال: لأن نية الإقامة ما يكون في موضع واحد، فإن الإقامة ضد السفر، و الانتقال من الأرض إلى الأرض يكون ضرباً في الأرض، و لا يكون إقامة، لو جوّزنا نية الإقامة في موضعين

۱۱۔ تحفة الفقهاء أصل بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص٧٥

۱۲۔ الدر المنتقىٰ شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر: ١٦٢/١

جوّزنا فيما زاد على ذلك، فيؤدي إلى القول بأن السفر لا يتحقق (١٣)

یعنی، فرمایا کیونکہ نیت اقامت وہ (معتبر) ہوتی ہے جو ایک جگہ میں ہو، اور اقامت سفر کی ضد ہے اور ایک زمین سے دوسری کی طرف منتقل ہونا زمین میں سفر کرنا ہوتا ہے، اقامت نہیں ہوتی اور اگر دو جگہ (معاً) اقامت کی نیت جائز قرار دے دیں تو دو سے زائد جگہوں پر (معاً) اقامت کی نیت جائز ہو جائے گی پھر کہنا پڑے گا کہ سفر متحقق ہوتا ہی نہیں۔

اس لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ دو جگہ اقامت کی نیت صحیح نہیں، چنانچہ علامہ عبد اللہ بن محمود الموصلی الحنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو نوى أن يقيم بموضعين لا يصح (١٤)

یعنی، اگر نیت کی کہ وہ اقامت کرے گا دو جگہوں پر تو اس کی نیت صحیح نہیں۔

لہٰذا اس صورت میں وہ قصر کرے گا چنانچہ تاج الشریعہ لکھتے ہیں:

فيقصر إن نوى مدتها بموضعين (١٥)

یعنی، قصر کرے گا اگر مدتِ اقامت کی مقدار دو جگہ رہنے کی نیت کی۔

اور اس کے تحت صدر الشریعہ امام عبید اللہ بن مسعود المحبوبی لکھتے ہیں:

أي يقصر الجماعة المذكورون إن نوى الإقامة نصف شهر، لأنهم لم يصيروا مقيمين بنية الإقامة (١٦)

یعنی، قصر کرے گی مذکورہ جماعت اگرچہ انہوں نے پندرہ دن رہنے کی نیت کی ہو کیونکہ یہ لوگ اقامت کے نیت کرنے سے مقیم نہ ہوئے۔

۱۳۔ البناية: ٣٢/٣

۱۴۔ المختار مع شرحه للمصنّف، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص١٠٧

۱۵۔ وقاية الرواية، كتب الصلاة، باب صلاة المسافر

۱۶۔ شرح الوقاية المجلد(١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص٢٣٥

علامہ طاہر بن عبد الرشید حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

و لو نوى الإقامة بموضعين خمسة عشر يوماً لا يصير مقيماً (۱۷)

یعنی، اگر دوجگہ پندرہ دن اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوگا۔

اور علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

لو نوى خمسة عشر يوماً لكن بموضعين لا يصير مقيماً (۱۸)

یعنی، اگر چہ اس نے پندرہ دن دوجگہ رہنے کی نیت کی تو وہ مقیم نہ ہوگا۔

دو مختلف جگہوں سے مراد ایسی دو جگہیں ہیں جو دونوں مستقل اور اصل بنفسہ ہوں، چنانچہ قاضی محمد بن فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

إن نوى في أقل منه أو فيه بموضعين مستقلّين (۱۹)

یعنی، قصر کرے گا اگر پندرہ دن سے کم کی نیت کی یا پندرہ دن میں دو مستقل جگہ رہنے کی نیت کی۔

اور منیٰ شہرِ مکہ مکرمہ سے خارج ہے، چنانچہ امام محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

و منىً خارج مكة من الجانب الشرقي تميل إلى الجنوب قليلاً (۲۰)

یعنی، منیٰ مکہ معظّمہ سے خارج تھوڑا سا مائل بجنوب مشرق کی جانب ہے۔

اور مکہ مکرمہ اور منیٰ ایک شہر نہیں، دونوں الگ الگ ہیں، چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

قلتُ: أرأيت الرجل إذا خرج من الكوفة إلى مكة و منى و هو

۱۷۔ خلاصة الفتاوى، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص۱۹۹

۱۸۔ غنية المستملي، فصل في صلاة المسافر، ص۵۳۹

۱۹۔ غرر الأحكام مع شرحه للمصنف: ۱/۱۳۳

۲۰۔ إثارة الترغيب و التشويق، القسم الأول، الفصل الخامس و الخمسون، ص۳۰۲

يريد أن يقيم بمكة و منى خمسة عشر يوماً أ يكمل الصلاة حين يدخل مكة؟ قال: لا، قلتُ: لِمَ؟ قال: لأنه لا يريد أن يقيم بمكة وحدها خمسة عشر يوماً، قلت: و لا تعد بمكة و منى مصراً واحداً؟ قال: لا (۲۱)

یعنی، میں نے عرض کی: مجھے بتایئے کہ ایک شخص کوفہ سے مکہ اور منیٰ کو نکلا اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ مکہ اور منیٰ میں پندرہ دن قیام کرے گا جب وہ مکہ میں آئے تو کیا پوری نماز پڑھے گا؟ فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: کیوں؟ فرمایا: کیونکہ اس نے تنہا مکہ میں پندرہ دن اقامت کا ارادہ نہیں کیا، میں نے عرض کی: کیا آپ مکہ اور منیٰ کو ایک شہر شمار کرتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔

لہٰذا جس شخص نے پندرہ دن رہنے کا ارادہ کیا اور اس کی نیت یہ ہے کہ وہ پندرہ دن مکہ اور منیٰ میں رہے گا تو اس نیت سے وہ مقیم نہ ہوگا بلکہ مسافر ہی رہے گا اور نمازوں میں قصر کرے گا۔

صورتِ مسئولہ کے بارے میں فقہاء کرام کی مزید تصریحات ملاحظہ ہو، چنانچہ امام ابو الحسن احمد بن محمد القدوری متوفی ۴۲۸ھ (۲۲) اور علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ (۲۳) لکھتے ہیں:

و إذا نوى المسافر أن يقيم بمكة و منى خمسة عشر يوماً لم يتم الصلاة

یعنی، جب مسافر نے مکہ اور منیٰ میں پندرہ دن اقامت کی نیت کر لی تو فرائض رباعی کو پورا نہیں پڑھے گا۔

۲۱۔ كتاب الأصل المعروف بالمبسوط، المجلد (۱)، كتاب الطهارة و الصلاة، باب صلاة المسافر، ص۲۴۸۔۲۴۹

۲۲۔ مختصر القدوري، مع التصحيح و الترجيح، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص۱۸۳

۲۳۔ الهداية، المجلد (۱۔۲)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص۸۸

اور علامہ علاؤ الدین ابو منصور محمد بن احمد سمرقندی لکھتے ہیں:

فإن نوى أن يقيم بمكة و منى فإنه لا يصير مقيماً (٢٤)

یعنی، پس اگر نیت کی کہ مکہ اور منیٰ میں اقامت کرے گا تو اس نیت سے وہ مقیم نہ ہوگا۔

اور علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

و لو نواها بموضعين كمكة و منى لا يصير مقيماً (٢٥)

یعنی، اگر دو (مختلف) جگہوں پر (معاً) اقامت کی نیت کی جیسے مکہ معظّمہ اور منیٰ تو مقیم نہ ہوگا۔

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:

و كذا إن نوى خمسة عشر يوماً بموضعين كمكة و منى (٢٦)

یعنی، اور اس طرح وہ مسافر رہے گا اگر نیت کی پندرہ دن (اقامت) کی دو جگہ جیسے مکہ اور منیٰ۔

اور امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و لو نواها بمكة و منى معاً قصر (٢٧)

یعنی، اگر مکہ اور منیٰ میں ایک ساتھ (پندرہ دن) اقامت کی نیت کی تو قصر کرے گا۔

حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

أقام مكة و منىٰ مدّتها قصر (٢٨)

یعنی، مکہ مکرمہ اور منیٰ میں مدّتِ اقامت کی مقدار ٹھہرا تو قصر کرے گا۔

٢٤۔ تحفة الفقهاء، ص٧٥

٢٥۔ ملتقى الأبحر مع شرحه كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر

٢٦۔ صغيري، فصل في صلاة المسافر، ص ٢٧٣

٢٧۔ مجمع البحرين ملتقى النيّرين، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ١٥٦

٢٨۔ الوافي: ١/ ١٣٣

اور اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

أي لو نوى مدّة الإقامة بمكة و منا قصر (٢٩)

یعنی اگر نیت کی مدّتِ اقامت (ٹھہرنے کی) مکہ اور منیٰ میں تو قصر کرے گا۔

اور لکھتے ہیں:

قصر الرباعيّ حتى يدخل مصره، أو ينوي الإقامة نصف شهر ببلد أو قرية لا بمكة و منى، ملخصاً (٣٠)

یعنی، مسافر چار رکعت والے فرائض کو دو پڑھے گا یہاں تک کہ داخل ہو اپنے شہر میں، یا کسی قریہ میں نصف ماہ تک اقامت کی نیت کی (تو پھر پوری پڑھے) نہ کہ مکہ معظّمہ اور منیٰ میں (یعنی اگر پندرہ دن مکہ مکرمہ اور منیٰ میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو فرائض میں قصر کرے گا)۔

اس کے تحت علامہ زین الدین ابن نُجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

قوله: لا بمكة و لا منى: أي نوى الإقامة بمكة خمسة عشر يومًا، فإنه لا يتم الصلاة، لأن الإقامة لا تكون في مكانين (٣١)

یعنی، اگر مکہ مکرمہ (اور منیٰ) میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی تو فرائض رُباعی کو پورا نہیں پڑھے گا کیونکہ اقامت دو جگہوں پر نہیں ہوتی۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

دو جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور دونوں مستقل ہوں جیسے مکہ و منیٰ تو مقیم نہ ہوا۔ (۳۲)

٢٩۔ الكافي شرح الوافي كليهما الصاحب الكنز، المجلد (١)، الجزء (١٢)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، رقم الورق: ١٣٣، مخطوطه مصوّر

٣٠۔ كنز الدقائق، باب صلاة المسافر

٣١۔ البحر الرائق: ٢/ ١٣٢

٣٢۔ بہارِ شریعت، حصہ (۴)، مسافر کی نماز کا بیان، ص۳۰۲

اور امام حسین بن محمد بن حسین السمعانی الحنفی متوفی ۷۴۶ھ لکھتے ہیں:

و لو أن مسافراً نوی الإقامة فی موضعین خمسة عشر یوماً، و لیس بمصر واحد ولا قریة واحدة نحو أن ینوی الإقامة بمکة و منیً خمسة عشر یوماً، أو بالکوفة و الحیرة لا یکون مقیماً (۳۳)

یعنی، اگر مسافر نے دو جگہ پندرہ دن اقامت کی نیت کی، نہ کسی ایک شہر میں اور نہ کسی ایک قریہ میں، جیسے مکہ معظّمہ اور منیٰ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے یا کوفہ اور حیرہ میں (اقامت کی نیت کرے) تو مقیم نہ ہوگا۔

اور فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ مکہ اور منیٰ میں سے ہر ایک بنفسہٖ اصل ہے اور ایسی دو جگہوں میں معاً اقامت کی نیت کرنا درست نہیں ہوتی، چنانچہ علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ صاحب کی اس عبارت کے تحت لکھتے ہیں:

لا یتم إذا نوی الإقامة بمکة و منی و نحوهما من مکانین کل منها أصل بنفسه (۳۴)

یعنی، چار رکعت والے فرائض کو پورا نہیں پڑھے گا جب مکہ معظّمہ اور منیٰ اور اس کے مثل ایسی دو جگہوں پر اقامت کی نیت کی جن میں سے ہر ایک بنفسہٖ اصل ہے۔

اور علامہ سرخسی اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ نقل کرتے ہیں:

ولو نوی الإقامة فی موضعین فإن کان کل منهما أصلاً بنفسه نحو مکة و منی، و الکوفة و الحیرة لا یصیر مقیماً (المحیط) (۳۵)

یعنی، اگر دو جگہوں پر (معاً) اقامت کی نیت کی پس اگر دونوں جگہیں

۳۳۔ خزانة المفتین، کتاب الصلاة، فصل: فی السفر، ص۲ ۳، مخطوط مصوّر

۳۴۔ النهر الفائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۳۴٦

۳۵۔ الفتاوی الهندیة: ۱/ ۱٤۰

اصل بنفسہٖ ہوں جیسے مکہ اور منیٰ اور کوفہ و حیرہ تو (ایسی دو جگہوں پر معاً اقامت کی نیت سے) مقیم نہ ہوگا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی(۳٦) اور فقیہ عبد الرحمٰن شیخی زادہ حنفی(۳۷) لکھتے ہیں: اگر دو جگہ اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوگا:

هذا إذا کان کل من الموضعین أصلاً بنفسه ملخصاً

یعنی، یہ اس وقت ہے جب دونوں میں سے ہر جگہ اصل بنفسہٖ ہو۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰٦۹ھ لکھتے ہیں:

و لا تصح نیة الإقامة ببلدتین و قل واحدة أصل بنفسها (۳۸)

یعنی، ایسے دو شہروں میں اقامت کی نیت درست نہیں جن کا ہر ایک اصل بنفسہٖ ہو۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ مکہ اور منیٰ ہر ایک مستقل جگہ اور ایسی دو جگہیں جن میں سے ہر ایک مستقل ہو وہاں معاً اقامت کی نیت درست نہیں ہوتی، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فیقصر إن نوی الإقامة فی أقل منه أی نصف شهر، أو نوی فیه لکن فی غیر صالح، أو نوی فیه لکن بموضعین مستقلّین کمکة و منی (۳۹)

یعنی، پس کرے گا اگر نیت کی نصف ماہ سے کم اقامت کی یا نصف ماہ اقامت کی نیت کی لیکن ایسی جگہ نیت کی جو اس کی صلاحیت نہیں رکھتی یا نصف ماہ اقامت کی نیت کی لیکن دو مستقل جگہوں میں اقامت کی نیت

۳٦۔ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۵۵

۳۷۔ مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر: ۱/ ۱٦۳

۳۸۔ نور الإیضاح و مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۲۰۲

۳۹۔ الدر المختار: ۲/ ۱۲۵۔۱۲٦

کی جیسے مکہ معظّمہ اور منٰی (کہ مکہ مکرمہ الگ شہر ہے اور منٰی الگ قریہ ہے)

اور قاضی محمد بن فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی اپنی کتاب "غرر" کی عبارت "أو فیہ بموضعین مستقلین" کے تحت لکھتے ہیں:

کمکۃ و منی، فانہ یقصر إن لا یصیر مقیماً (۴۰)

یعنی، (قصر کرے گا اگر دو مستقل جگہوں میں نصف ماہ اقامت کی نیت کی) جیسے مکہ مکرمہ اور منی (دو مستقل جگہیں ہیں لہٰذا دونوں جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی) تو وہ قصر کرے گا، کیونکہ (اس نیت سے) وہ مقیم نہ ہوا۔

اور شیخ مصطفٰی بن محمد الطائی متوفی ۱۱۹۲ھ لکھتے ہیں:

أو ینوی إقامۃ نصف شھر ببلدۃ أو قریۃ لا بمکۃ و منی و نحوھما من کل موضعین مستقلّین (۴۱)

یعنی، یا کسی شہر یا کسی قریہ میں اقامت کی نیت کرے نہ کہ مکہ اور منٰی میں اور ان کی مثل ہر دو ایسی جگہوں میں جو مستقل ہوں۔

اور علامہ عبد الغنی المیدانی الحنفی متوفی ۱۲۹۸ھ لکھتے ہیں:

لأنہ لو نوی الإقامۃ فی موضعین مستقلین کمکۃ و منی لا تصح نیتہ (۴۲)

یعنی، کیونکہ اگر دو مستقل جگہوں جیسے مکہ معظّمہ اور منٰی میں اقامت کی نیت کی تو اس کی نیت اقامت صحیح نہیں۔

مکہ اور منٰی میں اقامت کی نیت سے مراد یہ ہے کہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے اور

۴۰۔ درر الحکام شرح غرر: ۱/ ۱۳۳

۴۱۔ کنز البیان مختصر توفیق الرحمن علی ھامش رمز الحقائق، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب المسافر، ص ۵۵

۴۲۔ اللباب علی ھامش الجوھرۃ، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، تحت قولہ: فلیزمہ الاتمام ص ۱۱۰

یہ پندرہ دن اُسے مکہ اور منٰی میں اس طرح بسر کرنے ہوں کہ ان میں سے کچھ دن مکہ میں اور کچھ دن منٰی میں، چنانچہ علامہ عبد اللہ الزبادی الازہری لکھتے ہیں:

و لو نوی الإقامۃ بمکۃ و منی علی الاشتراک أن لا یصیر مقیماً، لأن الإقامۃ لا تکون فی مکانین (۴۳)

یعنی، اگر مکہ معظّمہ اور منٰی میں علی الاشتراک اقامت کی نیت کی، مقیم نہ ہو گا کیونکہ اقامت دو جگہوں پر نہیں ہوتی۔

اور مکہ اور منٰی میں معاً اقامت کی نیت درست نہ ہونے کی وجہ علامہ عینی حنفی بیان کرتے ہیں کہ

لأنہ لم ینوی فی کل واحد منھما خمسۃ عشر یوماً، و إن نوی أقل من ذلک، و بہ لا یصیر مقیماً (۴۴)

یعنی، کیونکہ اس نے مکہ اور منٰی میں سے ہر ایک جگہ پندرہ دن کی نیت نہیں کی، اگر چہ اُس نے اِس سے کم کی نیت کی، ایسی نیت سے وہ مقیم نہ ہو گا۔

اور ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأن نیۃ الإقامۃ فی بلدتین، أو قریتین، أو بلدۃ و قریۃ لا تصح، فلا تصح نیۃ الأقامۃ بمکۃ و منی لفقد الإقامۃ کملا (۴۵)

یعنی، کیونکہ اقامت کی نیت دو شہروں یا دو دیہاتوں یا شہر اور قریہ میں درست نہیں، (ایک جگہ) کامل (پندرہ دن) اقامت کی نیت نہ پائی جانے کی وجہ سے، مکہ معظّمہ اور منٰی میں اقامت کی نیت صحیح نہیں۔

لہٰذا ایسی دو یا چند جگہوں میں معاً اقامت کی نیت معتبر نہیں ہوتی جن کو ایک شہر یا قریہ

۴۳۔ الفوائد السنیۃ فی المسائل الدینیۃ، الباب العاشر: فی فصول مھمۃ الفصل الخامس: فی صلاۃ المسافر، رقم الورق: ۷۷، مخطوط مصوّر

۴۴۔ البنایۃ: ۳/ ۳۲

۴۵۔ فتح باب العنایۃ فی شرح کتاب النقایۃ، المجلد (۱) کتاب الصلاۃ، فصل: فی صلاۃ المسافر، ص ۳۹۷

شامل نہ ہو، یا ایک شہر یا قریہ ان کو جمع کرنے والا نہ ہو، چنانچہ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

و الحاصل أنه لا يعتبر نية الإقامة خمسة عشر في موضعين لا يجمعها مصر واحد أو قرية واحدة، لأنه حينئذ يلزم باعتبارها في ثلاثة أمصار أو أربعة أمصار إلى خمسة عشر، فيؤدي إلى أن يكون الشخص مقيماً بنفس النزول و ذلك فاسد (٤٦)

یعنی، حاصل یہ ہے کہ ایسی دو جگہوں میں (معاً) پندرہ دن اقامت کی نیت معتبر نہیں جن کو ایک شہر یا ایک قریہ جمع نہ کرتا ہو، کیونکہ اسے معتبر ماننے کی صورت میں لازم ہوگا تین شہروں یا چار شہروں سے پندرہ شہروں تک میں معاً اقامت کی نیت معتبر ہو، تو بات یہاں تک پہنچ جائے گی کہ آدمی صرف نزول (اُترنے) سے مقیم ہو جائے اور یہ فاسد ہے۔

لہٰذا حاجی جب ایسے وقت مکہ پہنچا کہ اس کے منیٰ کی طرف روانہ ہونے کو پندرہ دن سے کم دن باقی ہوں تو وہ مکہ میں بھی قصر کرے گا اور منیٰ و عرفات وغیرہما میں بھی چنانچہ علامہ سراج الدین علی بن عثمان الاوسی اُلکھی متوفی ۵۶۹ھ(٤٧) اور ان سے فقیہ عبد الرحمٰن بن محمد شیخی زادہ متوفی ۱۰۸۷ھ(٤٨) لکھتے ہیں:

رجل قدم مكة حاجّاً في عشر الأضحىٰ و هو يريد أن يقيم بها سنة، فإنه يصلي ركعتين حتى يرجع من منى، لأن نية الإقامة الحال (في المجمع: للحال) لا يعتبر بها (و في المجمع: لا معتبر بها) لأنه يحتاج إلى أن يخرج إلى منى لقضاء المناسك فصار بمنزلة نية الإقامة في غير موضعها و إذا خرج من منى

٤٦۔ البناية شرح الهداية المجلد (٣)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٣٢

٤٧۔ الفتاوى السراجية كتاب الحج، باب صلاة المسافر، ص ١١

٤٨۔ مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ١/١٦٢

يصلّي أربعاً

یعنی، ایک شخص حج کے ارادے سے ذوالحجہ کے عشرۂ اول میں مکہ مکرمہ آیا اور وہ ایک سال اقامت کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ (ایام رمی کے بعد) منیٰ سے لوٹنے تک دو رکعت پڑھے گا، کیونکہ اس حال میں اس کی اقامت کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے کہ وہ مناسکِ حج کی ادائیگی کے لئے منیٰ کی جانب جانے کا محتاج ہے تو اس کی اقامت کی نیت غیر موضع اقامت میں نیت کے مرتبے میں ہے اور (یہ شخص) جب منیٰ سے (مکہ) لوٹے گا تو چار پڑھے گا۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فلو دخل الحاج مكة أيام العشر لم تصح نيته، لأنه يخرج إلى منى و عرفة و بعد العود من منى تصح (٤٩)

یعنی، اگر حاجی میں مکہ آیا تو اس کی نیتِ اقامت درست نہیں اس لئے کہ وہ منیٰ اور عرفات کو نکلے گا اور (مناسک حج کی تکمیل کے بعد) منیٰ سے لوٹنے کے بعد اس کی نیت درست ہوگی۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی اور علامہ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

و ذكر في "كتاب المناسك" أن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر و نوى الإقامة نصف شهر لا تصح لأنه لا بد له من الخروج إلى العرفات فلا يتحقق الشرط (٥٠)

یعنی، اور "خلاصہ" کے کتاب المناسک میں ذکر کیا کہ حاجی جب ذوالحجہ

٤٩۔ الدر المنتقى شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ١٦٢

٥٠۔ البحر الرائق، المجلد (٢)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ١٣٢
أيضاً الفتاوى الهندية، المجلد (١)، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، ص ١٤٠

کے دس دنوں میں مکہ میں داخل ہوا اور اس نے نصف ماہ اقامت کی نیت کر لی تو (اس کی یہ نیت) درست نہیں کیونکہ اُسے (پندرہ دن کے اندر) عرفات کے طرف نکلنے کی ضرورت ہے، لہٰذا اقامت کی شرط متحقق نہ ہوئی۔

ہاں ایک صورت ہے جس میں مسافر دو مختلف اصل بنفسہٖ جگہوں پر اقامت کی نیت کرے اور مقیم بھی ہو جائے۔ اور وہ صورت یہ ہے کہ مسافر دو جگہوں پر رہنے کا ارادہ رکھتا ہو تو جہاں رات ٹھہرنے کا ارادہ ہو اس جگہ کی اقامت کی نیت کر لے اور پہلے وہیں جائے جہاں رات گزارنے کا ارادہ ہے تو وہ مقیم ہو جائے گا چنانچہ فقہائے کرام نے اس کی تصریح کی ہے جیسا کہ امام سرخسی نے ''محیط'' میں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی نے ''الفتاوی الہندیۃ'' (۱/۱۴۰) میں، علامہ طاہر بن عبد الرشید حنفی نے "خلاصة الفتاوىٰ" (۱/۹۹)، میں، علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی نے "الهداية" (۱-۲/۹۸) میں، حافظ الدین ابو البرکات نسفی نے "الكافي شرح الوافي" (۱/۱۳۳) میں، علامہ حسین بن احمد السمعقانی الحنفی نے "خزانة المفتين" (ص ۳۲) میں، علامہ ابراہیم حلبی نے "ملتقى الأبحر" (باب صلاة المسافر) میں، ملا علی القاری نے 'فتح باب العناية' (۱/۳۹۷) میں، اور علامہ عبد اللہ الٰہ بادی نے "الفوائد السنية في المسائل الدينية" (رقم الورق:۷۷) میں اور ان کے علاوہ دیگر فقہاء نے اپنی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، چنانچہ "خلاصہ" کی عبارت یہ ہے کہ

إلا أن ينوي أن يقيم لياليها في أحدهما و أيامها في أخرى، فإنه يصير مقيماً إذا دخل قرية التي نوى الإقامة فيها خمسة عشر ليلة، و لا يصير مقيماً بدخوله أولاً في القرية الأخرى (٥١)

یعنی، مگر یہ کہ ان دو میں سے ایک جگہ رات ٹھہرنے اور دوسری جگہ دن گزارنے کی نیت کرے تو وہ مقیم ہو جائے گا جب اس قریہ میں داخل ہوا جہاں پندرہ راتیں گزارنے کی نیت کی اور پہلے دوسرے قریہ جانے سے

٥١ـ خلاصة الفتاوى: ١/ ١٩٩

مقیم نہ ہوگا۔

یہ اس لئے کہ ہر شخص کی اقامت اس کی رات گزارنے کی جگہ کی طرف منسوب ہوتی ہے چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی (٥٢) اور فقیہ عبد الرحمٰن شیخی زادہ حنفی (٥٣) لکھتے ہیں:

لأن إقامة المرء تضاف إلى مبيته

یعنی، کیونکہ مرد کی اقامت اس کے رات گزارنے کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

حافظ الدین ابو البرکات حنفی (٥٤) اور علامہ بدر الدین عینی حنفی (٥٥) لکھتے ہیں:

لأن موضع إقامة المرء حيث يبيت فيه، ألا ترى إنك إذا قلت للسوقي أين تسكن؟، يقول: في محلة كذا، وهو بالنهار في السوق و اللفظ للكافي

یعنی، مرد کی جائے اقامت وہاں ہوتی ہے جس میں وہ رات گزارتا ہے کیا نہیں دیکھا کہ تو جب بازار والے سے کہے کہ تم کہاں رہتے ہو؟ تو وہ کہے گا: فلاں محلے میں، حالانکہ وہ دن کو بازار میں ہوتا ہے۔

اور مسافر حاجی کے لئے اس صورت پر عمل پیرا ہونا مشکل ہے اُسے اس پر عمل کرنے کے لئے ایک تو مشقت برداشت کرنی ہوگی اور دوسرا وہ حج کی چند سنتوں کا تارک ہو جائے گا، اور ممکن ہے کہ کوئی واجب بھی اس سے ترک ہو جائے، جیسے حاجی کیم ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ آیا اُسے معلوم ہے کہ آٹھ کو اُسے منیٰ کو جانا ہے اور رات منیٰ میں ٹھہرنا ہے اسی طرح نو اور دس کی درمیانی رات اُسے مزدلفہ میں گزارنی ہے اور اس رات کی صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب کے مابین وقوفِ مزدلفہ کرنا ہے جو کہ واجب ہے پھر رمی کے ایام پورے ہونے تک راتیں منیٰ

٥٢ـ الهداية: ١-٢/ ٩٨

٥٣ـ مجمع الأنهر: ١/ ١٦٢

٥٤ـ الكافي: ١/ ١٣٣

٥٥ـ البناية: ٣/ ٣٢

میں بسر کرنی ہیں وہ چاہے کہ میں اقامت کی نیت کرلوں اور میری نیت صحیح بھی ہو جائے، اس طرح کہ وہ مکہ میں رات گزارنے کی نیت کرے اور اس کی نیت ہو کہ میں دن دن میں افعالِ حج کے لئے شہر مکہ سے باہر رہوں گا اور رات کو واپس آجایا کروں گا تو وہ اس پر کس طرح عمل کرے گا۔ اس پر عمل کرنے کے لئے وہ آٹھ اور نو کی درمیانی رات کا منیٰ میں قیام ترک کرے گا جو کہ سنّت ہے، چنانچہ علامہ سید امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

المبیت بها فإنه سنّة کما فی "المحیط" (٥٦)

یعنی، (عرفہ کی) رات منیٰ میں بسر کرنا سنت ہے جیسا کہ "محیط" میں ہے۔

اور ایسا کرنا سنت کے خلاف ہے چنانچہ علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

و إن بات بمکة و خرج منها یوم عرفة إلی عرفات کان مخالفاً للسنّة و لا یلزم الدم (٥٧)

یعنی، اگر اس نے مکہ میں رات بسر کی اور وہیں سے عرفہ کے روز عرفات کو نکلا تو وہ سنّت کی مخالفت کرنے والے ہوگیا اور اس پر دم لازم نہ آئے گا۔

وہ نو کی صبح کو مکہ سے عرفات کے لئے نکلے گا بعد غروبِ آفتاب وہاں سے نکلے گا اور سیدھا مکہ مکرمہ آئے گا اور وقوفِ مزدلفہ کو ادا کرنے کے لئے صبح صادق کے وقت مزدلفہ آئے اور وقوف کرے، اگر وہ وقوفِ مزدلفہ کے لئے آجاتا ہے تو واجب ادا ہوگیا مگر سنّت پھر بھی ترک ہوگئی وہ یہ کہ یہ رات مزدلفہ میں بسر کرنا سنّت ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

و بودن این شب درانجا سنّت مؤکدہ است (٥٨)

٥٦_ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (٢)، کتاب الحج، فصل فی الإحرام، ص ٥٠٣
٥٧_ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج، فصل فی کیفیة أداء الحج
٥٨_ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب هفتم، فصل دویم، ص ١٩٥_١٩٦

یعنی، اس رات مزدلفہ میں ہونا سنّت مؤکدہ ہے۔

اور اگر وقوفِ مزدلفہ نہ کرسکا تو واجب کا تارک ہوا، چنانچہ امام مظفر الدین احمد بن علی ابن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و یجب هذا الوقوف (٥٩)

یعنی، یہ وقوف واجب ہے۔

اس طرح وہ بلاعذر ترکِ واجب کرکے گنہگار ہوا اور اس پر دم لازم آیا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی متوفی ۹۹۰ھ لکھتے ہیں:

و لو ترك الوقوف بها فدفع لیلاً فعلیه دم (٦٠)

یعنی، اگر (بلاعذر) وقوفِ مزدلفہ کو ترک کیا پس رات ہی کو مزدلفہ سے لوٹ آیا تو اس پر دم لازم ہے۔

اور دس ذی الحجہ کو منیٰ کے افعال ادا کرکے رات مکہ مکرمہ جائے، رات وہاں رہے دوسرے دن پھر اُٹھے، منیٰ میں رمی جمار کرے، رات پھر مکہ مکرمہ جا کر گزارے اور بارہ ذو الحجہ کی رمی کے لئے پھر مکہ سے منیٰ کو آئے اور رمی جمار کرے اگر اس نے ایسا کیا تو ترکِ سنت کا مرتکب ہوا کیونکہ یہ راتیں منیٰ میں بسر کرنا سنّت ہے چنانچہ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأن البیوتة بمنی لیالیها سنة عندنا (٦١)

یعنی، کیونکہ یہ راتیں منیٰ میں بسر کرنا ہمارے نزدیک سنّت ہیں۔

اور پھر اس میں مشقت کس قدر ہے اسے ہر وہ شخص جانتا ہے جو اس سفر کی سعادت حاصل کرچکا ہے، تو وہ اتنی مشقت برداشت کرکے چار رکعات تو پڑھے گا مگر ساتھ ہی متعدد سُنَن کا تارک ہوگا اور عین ممکن ہے کہ کوئی واجب بھی اس سے ترک ہو جائے، دوسری طرف اگر وہ اس طرح اقامت کی نیت نہیں کرتا اور حج کے تمام واجبات وسنن کو پورا کرتا ہے

٥٩_ مجمع البحرین و ملتقی النیّرین، کتاب الحج، فصل فی صفة أفعال الحج، ص ٢٢٦
٦٠_ لباب المناسك مع شرحه للقاری: باب أحکام المزدلفة فصل فی الوقوف بها
٦١_ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب طواف الزیارة، فصل، ص ٢٣٥

اللہ تعالیٰ کے صدقہ کو قبول کرنا ہے نمازوں میں قصر کرنا ہے تو اس کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی کیونکہ جس نے ثواب دینا ہے اس کی جناب سے مسافر کو قصر کا حکم ہے اور پھر عوام کا یہ نظریہ کہ چار رکعت میں زیادہ ثواب ہے جہالت پر مبنی ہے، انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ثواب کی کمی وزیادتی دو اور چار پر موقوف نہیں، ثواب کا ملنا اطاعت پر موقوف ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء،٦ ذی القعدہ ١٤٢٧ھ، ٢٨ نوفمبر ٢٠٠٦ م (258-F)

آفاقی کا مکہ میں پندرہ سے کم دنوں کی اقامت کی نیت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص حج کی غرض سے مکہ پہنچا اور اس نے پندرہ دن مکہ نہیں رہنا کہ اس سے قبل اُسے مدینہ منورہ جانا ہے اور وہ اس حال میں مکہ میں اقامت کی نیت کرے تو نیت درست ہوگی؟

(السائل: سہیل نور، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت درست نہ ہوگی، کہ اس صورت میں حاجی جب مکہ مکرمہ پہنچا اور اس نے پندرہ دن سے قبل مدینہ منورہ جانا تھا اور یہ اس کے علم میں بھی تھا تو مکہ میں پندرہ دن کی اقامت کی نیت درست نہ ہوئی کیونکہ اس نے دو الگ مستقل جگہوں پر پندرہ دن اقامت کی نیت کی ہے جو کہ درست نہیں۔ حافظ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ٧١٠ھ لکھتے ہیں:

قصر الرباعي حتى يدخل مصره، أو ينوي الإقامة نصف شهر ببلد أو قرية لا بمكة و منىً ملخصاً (٦٢)

یعنی، چار رکعت والے فرائض کو دو پڑھے گا یہاں تک کہ داخل ہو اپنے شہر میں یا کسی شہر یا قریہ میں نصف ماہ اقامت کی نیت کرے (تو پھر پوری پڑھے) نہ کہ مکہ اور منیٰ میں (یعنی اگر پندرہ دن مکہ اور منیٰ میں

٦٢۔ کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر

ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو فرائض میں قصر کرے گا)۔

اس کے تحت علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ٩٧٠ھ لکھتے ہیں:

قوله: لا بمكة و منى، أي نوى الإقامة بمكة خمسة عشر يومًا، فإنه لا يتم الصلاة لأن الإقامة لا تكون في مكانين إذ لو جازت في مكانين لجازت في أماكن فيؤدي إلى أن السفر لا يتحقق، لأن إقامة المسافر في المراحل لو جُمعت كانت خمسة عشر يومًا أو أكثر (٦٣)

یعنی، اگر مکہ مکرمہ (اور منیٰ) میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی تو وہ فرائض کو پورا نہیں پڑھے گا (اس لئے کہ اس نے پندرہ دن کی دو الگ الگ مواضع پر اقامت کی نیت کی چنانچہ لکھتے ہیں) کیونکہ اقامت دو (مختلف) جگہوں پر نہیں ہوتی، اقامت اگر دو الگ الگ جگہوں پر جائز ہو جائے تو متعدد الگ الگ جگہوں میں جائز ہو جائے گی تو بات یہاں تک پہنچ جائے گی کہ سفر متحقق ہی نہ ہو، کیونکہ مسافر کی مختلف مراحل میں اقامت کو جمع کا جائے تو پندرہ دن یا اسی سے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔

اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم حنفی متوفی ١٠٠٥ھ لکھتے ہیں:

لا يتم إذا نوى الإقامة بمكة و منى و نحوهما من مكانين كل منهما أصل بنفسه، لأنها لو جازت في مكانين لجازت في أماكن، و حينئذ فلا يتحقق سفراً (٦٤)

یعنی، فرائض کو پورا نہیں پڑھے گا جب اس نے مکہ اور منیٰ اور ان کی مثل دو جگہوں پر اقامت کی نیت کی، جن میں سے ہر جگہ مستقل بنفسہ ہے کیونکہ اگر نیت اقامت دو جگہوں پر جائز ہو جائے تو کئی جگہوں پر بھی

٦٣۔ البحر الرائق: ٢/١٣٢

٦٤۔ النهر الفائق، المجلد (١)، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ٣٤٦

جائزہو جائے گی اس وقت سفر متحقق نہ ہوگا۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فیقصر إن نوی الإقامة فی أقل منه أی نصف شهر أو نوی فیه لکن فی غیر صالح أو نوی فیه لکن بموضعین مستقلین کمکة و منی (٦٥)

یعنی، پس قصر کرے گا اگر نیت کی پندرہ دن سے کم اقامت کی یا پندرہ دن کی نیت کی لیکن ایسی جگہ نیت کی جو نیت اقامت کی صلاحیت نہیں رکھتی یا نیت تو ایسی جگہ کی جو نیت اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو لیکن مستقل دو مواضع کی نیت کی جیسے مکہ اور منی (کہ دونوں میں سے ہر ایک الگ بستی ہے)۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

جس نے اقامت کی نیت کی مگر اس کی حالت بتاتی ہے کہ پندرہ دن نہ ٹھہرے گا تو نیت صحیح نہیں، مثلاً حج کرنے گیا اور شروع ذی الحجہ میں ۱۵ دن مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو یہ نیت بیکار ہے کہ جب حج کا ارادہ کیا ہے تو عرفات و منیٰ ضرور جائے گا، پھر اتنے دنوں مکہ مکرمہ میں کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔بحوالہ عالمگیری ''درمختار''(٦٦)

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲ذی القعدة۱٤۲۷ھ، ۲۳نوفمبر ۲۰۰٦ م (238-F)

٦٥۔ الدر المختار: ۲/ ۱۲٥، ۱۲٦

٦٦۔ بہارشریعت، حصہ چہارم، نمازِ مسافر کا بیان، ص ۲۵

تئیس (۲۳) ذوالقعدہ کو فجر یا ظہر کے وقت مکہ پہنچنے والے کی نمازوں کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ حاجی مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ ۲۳ تاریخ کو فجر یا ظہر کے وقت پہنچے کہ اگر ذوالقعدہ کا مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے تو مکہ مکرمہ میں ان کا قیام آٹھ تاریخ کو منیٰ روانہ ہونے تک پندرہ دن ہوتا ہے اور ان کی نمازیں پچہتر (۷۵) ہو جاتی ہیں، اور اگر ذوالقعدہ کا مہینہ انتیس (۲۹) دن کا ہوتا ہے تو ان کا قیام مکہ مکرمہ میں پندرہ دن نہیں بنتا اب اس صورت میں یہ لوگ مکہ میں پھر منیٰ وعرفات و مزدلفہ میں فرائض کو پورا پڑھیں گے یا قصر کریں گے؟

(السائل: محمد شاہد، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں یہ لوگ اگر تئیس (۲۳) ذوالقعدہ کی ظہر کے وقت میں مکہ مکرمہ پہنچے اور آٹھ ذوالحجہ کی فجر سے قبل منیٰ روانگی کا ارادہ رکھتے ہوں گے تو بہرصورت مسافر ہی رہیں گے اور نمازوں میں قصر کرتے رہیں گے کیونکہ مہینہ تیس (۳۰) کا ہونے کی صورت میں بھی ان کا قیام مکہ مکرمہ میں پورے پندرہ روز نہیں ہوتا اور نماز کو پورا پڑھنے اور ان میں قصر کرنے کے باب میں ایک جگہ پندرہ روز قیام کی نیت کا اعتبار ہے، اور متعدد جگہوں پر رہنے کی نیت اِقامت کے لئے معتبر نہیں اور مکہ، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات سب الگ الگ جگہیں ہیں، اور اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے فتویٰ میں موجود ہے، اور اگر یہ لوگ تئیس (۲۳) ذوالقعدہ کی ظہر کے وقت مکہ مکرمہ آئے اور آٹھ ذوالحجہ کی فجر کے بعد منیٰ روانگی کا ارادہ رکھتے ہوں یا یا تئیس (۲۳) کی فجر کے وقت آئے اور آٹھ کی فجر کے بعد یا فجر سے قبل منیٰ روانگی کا ارادہ رکھتے ہوں تو اس وقت فرض رُباعی کو پورا پڑھتے رہیں گے اور مہینے کے اختتام پر دیکھیں گے کہ مہینہ تیس (۳۰) کا ہوا یا انتیس (۲۹) کا، اگر مہینہ تیس

(۳۰) کا ہو جائے تو بدستور مقیم رہیں گے اور فرائض رُباعی کو پورا پڑھتے رہیں گے، چاہے مکہ مکرمہ میں ہوں یا منیٰ یا عرفات یا مزدلفہ میں۔ اور اگر ذوالقعدہ انتیس (۲۹) کا ہو جائے تو یہ لوگ مقیم نہ رہیں گے کیونکہ منیٰ روانگی تک مکہ مکرمہ میں پندرہ دن پورے نہ ہونے کی وجہ سے ان کی اقامت درست نہ ہوئی لہٰذا وہ اس وقت سے فرائض رُباعی میں قصر کریں گے۔ اور پھر یہ بات کہ حاجیوں نے چاند نہ دیکھا یا انہیں نظر نہ آیا اور حکومت نے بھی فوراً اعلان نہ کیا بلکہ دو یا تین روز گزرنے کے بعد اعلان کیا تو اس صورت میں حاجی اپنے سابقہ طریقہ کو جاری رکھے گا یہاں تک کہ اُسے رؤیت ہلال کی خبر ہو۔

اور یہ کہ وہ ہر حال اس وقت اقامت کی نیت کرلیں پھر چاند نظر آنے کے بعد کوئی نیا فیصلہ کریں، اس کا جواب جب یہ ہے کہ مہینہ تیس دن ہونے کی صورت میں بھی مکہ مکرمہ آمد سے لے کر تو اُس کا وقت تک کہ جب وہ منیٰ روانہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہے پندرہ دن یعنی پچھتر نمازیں پوری نہیں ہوتیں اُس اقامت کی نیت کرنا درست نہ ہوگا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مہینہ تیس کا ہونے کی صورت میں بھی مکہ میں اس نے پندرہ دن قیام نہیں کرنا، اس لئے کہ نیتِ اِقامت کے درست ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اس کی حالت اس کی نیت کے منافی نہ ہو چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

اس کی حالت، اس کے ارادے کے منافی نہ ہو۔ (۵۸۵)

اور اس صورت میں اس کی حالت اس کی نیت کے منافی ہوگی کہ نیت اس کی پندرہ دن کی ہے اور حالت اس کی یہ ہے کہ اس نے پندرہ دن پورے ہونے سے قبل مکہ سے چلے جانا ہے لہٰذا اس کی نیت کا اعتبار نہ رہا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲۳ ذی القعدۃ ١٤٢٧ھ، ١٤ دیسمبر ٢٠٠٦ م (290-F)

٦٧۔ بہارِ شریعت، حصہ چہارم، مسافر کی نماز کا بیان، ص ۲۳

سفر میں سُنن کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ سفر میں نمازوں کو قصر کرنے کا حکم ہے یعنی چار رکعت فرائض کو دو پڑھنے کا حکم ہے اور سُنن کا کیا حکم ہے، پڑھے یا چھوڑے؟

(السائل: محمد عارف)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: قصر صرف فرائض میں ہے وتر وسُنن میں قصر نہیں ہے، سُنن کا حکم یہ ہے کہ حالتِ امن وقرار میں ہو تو پڑھے اور چلنے کی حالت میں ہو تو چھوڑ دے۔ چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

قید بالفرائض، لا قصر فی الوتر و السُّنَن، واختلفوا فی ترك السُّنَن فی السفر فقیل: الأفضل هو الترك ترخیصاً، و قیل: الفعل تقرّباً، وقال الهند واني: الفعل حال النزول والترك حال السیر، وفی "التجنیس": و المختار أنه إن کان حال أمن و قرارٍ یأتی بها، لأنها شُرعَت مکملات، و المسافر إلیه محتاج (٤٨)

یعنی، مصنّف نے قصر کو فرض کے ساتھ مقید کیا، کیونکہ وتر اور سُنن میں قصر نہیں ہے، فقہاء کرام نے سفر میں ترکِ سُنن میں اختلاف کیا، پس کہا گیا کہ حصولِ رخصت کے لئے ترک افضل ہے اور کہا گیا کہ حصولِ قرب کے لئے پڑھنا افضل ہے، اور ہندوانی نے فرمایا کہ حالتِ نزول میں پڑھنا اور چلنے کی حالت میں ترک ہے اور (امام ابو الحسن علی بن ابی بکر کی) "تجنیس" میں ہے کہ مختار یہ ہے اگر حالتِ امن وقرار میں ہو تو سُنن کو ادا کرے کیونکہ وہ تکملات للفرائض مشروع کی گئی ہیں اور مسافر اس کی طرف محتاج ہے۔

٦٨۔ البحر الرائق، المجلد (٢) کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، تحت قولہ: من حاوز الخ، ص ١٣٠

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قولہ: و قال الهندانی الخ قال الرملی: قال فی "شرح منية المصلی" والأعدل ما قاله الهندوانی (۶۹)

یعنی، علامہ رملی نے فرمایا کہ "شرح منية المصلی" میں فرمایا: اعدل وہ ہے جو ہندوانی نے فرمایا۔

اور علامہ حسن بن عمار الشرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

فيقصر المسافر الفرض العلمی الرباعیّ فلاقصر للثنائی، و الثلاثی، و لا للوتر فإنه إن كان فی حال نزولٍ، و قرارٍ، و أمنٍ يأتی بالسُّنَن، و إن كان سائرًا، أو خائفاً فلا يأتی بها، و هو المختار (۷۰)

یعنی، مسافر فرض اعتقادی رُباعی کو قصر کرے، ثنائی اور ثلاثی فرائض میں قصر نہیں اور نہ وتر میں کیونکہ وہ فرض عملی ہے اور نہ سنن میں قصر ہے، پس اگر حالتِ نزول و قرار و امن میں ہو تو سُنن کو ادا کرے اور اگر چلنے کی حالت میں ہو یا حالتِ خوف میں ہو تو نہ ادا کرے اور یہی مختار ہے۔

اسی طرح علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و بعضهم جوّزوا للمسافر ترك السُّنَن، و المختار أنه لا يأتی بها فی حال الخوف، و يأتی بها فی حال القرار و الأمن هكذا فی الوجيز للكردری (۷۱)

یعنی، بعض فقہاء نے مسافر کے لئے سنّتوں کا چھوڑنا جائز رکھا ہے اور مختار یہ ہے کہ خوف کی حالت میں سنّت نہ پڑھے اور امن وسکون کی

۶۹۔ منحة الخالق علی البحر الرائق: ۲/ ۱۳۰

۷۰۔ مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۲۴۹

۷۱۔ الفتاوی الهندية المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب الخامس عشر فی صلاة المسافر، ص ۱۳۹

حالت میں سنّتیں پڑھے، اسی طرح "وجیز کردری" میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

سُنّتوں میں قصر نہیں بلکہ پوری پڑھی جائیں گی، البتہ خوف اور رواروی کی حالت میں معاف ہیں، البتہ امن کی حالت میں پڑھی جائیں گی، بحوالہ عالمگیری (۷۲)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الاربعہ، ۲ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۲۳ نوفمبر ۲۰۰۶م (237-F)

آفاقی و مکی کے حق میں نفلی طواف افضل ہے یا نفل نماز

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آفاقی اور مکی کے حق میں نفلی طواف کرنا افضل ہے یا حرم شریف میں نفل نماز پڑھنا؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: "إنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ عِشْرِيْنَ وَ مِائَةَ رَحْمَةٍ تَنَزَّلُ عَلٰى هٰذَا الْبَيْتِ: فَسِتُّوْنَ لِلطَّائِفِيْنَ، وَ أَرْبَعُوْنَ لِلْمُصَلِّيْنَ، وَ عِشْرُوْنَ لِلنَّاظِرِيْنَ" (۷۳)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ہر دن رات میں اس گھر پر ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے، ساٹھ طواف کرنے والوں کے لئے، چالیس نماز پڑھنے والوں کے لئے اور بیس (ثواب کی نیت سے کعبہ کی

۷۲۔ بہار شریعت، حصہ چہارم، نماز مسافر کا بیان، ص ۲۳

۷۳۔ منیر العزم الساکن إلی أشرف الأماکن، باب ذکر فضائل الطواف، ص ۱۶۰

طرف)نظر کرنے والوں کے لئے"۔

اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیت الحرام کا حج کرنے والوں پر ایک سو بیس (120) رحمتیں نازل فرماتا ہے، ساٹھ (60) طواف کرنے والوں کے لئے، چالیس (40) نماز پڑھنے والوں کے لئے، اور بیس (20) نظر کرنے والوں کے لئے۔ اسی طرح "بہار شریعت" میں ہے۔

یاد رہے کہ نبی ﷺ کا یہ حکم مردوں کے لئے ہے کیونکہ نبی ﷺ کی ہی تعلیمات سے ہے کہ "عورت کو میری مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب گھر میں نماز پڑھنے میں ہے" ظاہر ہے کہ یہ ارشاد آپ ﷺ نے مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ میں ہی فرمایا ہوگا اسی بنا پر علماء کرام نے فرمایا کہ حرمین طیبین میں بھی عورتوں کو اپنی رہائش گاہ میں نماز پڑھنا حرم میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

عورتیں نماز فرودگاہ ہی میں پڑھیں نمازوں کے لئے جو دونوں مسجد کریم حاضر ہوتی ہیں جہالت ہے کہ مقصود ثواب ہے۔(۷۴)

اور ہر شخص جانتا ہے ثواب اللہ اور اس کے رسول کا کہا ماننے میں ہے۔ اور نفلی طواف کے بارے میں وہ عورت کو ہر روز ایک بار رات کے وقت طواف کا مشورہ دیتے ہیں، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

عورتیں مکہ معظّمہ میں روزانہ ایک بار رات میں طواف کرلیا کریں۔(۷۵)

اور مدینہ شریف میں روضۂ رسول ﷺ پر حاضری کے لئے فرمایا:

اور مدینہ طیبہ میں صبح وشام صلاۃ وسلام کے لئے حاضر ہوتی رہیں"۔(۷۶)

اور پھر مردوں کے لئے علماء کرام کا کہنا ہے کہ آفاقی کے لئے نفلی طواف کرنا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے اور مکی کے لئے حج کے ایام میں نفل نماز پڑھنا نفلی طواف کرنے سے

۷۴۔ بہار شریعت: ۶/۶۱

۷۵۔ بہار شریعت، حصہ ششم، ایام اقامت کے اعمال، ص ۶۱

۷۶۔ بہار شریعت: ۶/۶۱

افضل ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

طواف تطوع افضل است از نماز در مسجد حرام در حق غربا، و اما متوطنانِ مکہ پس افضل در حق ایشان نماز تطوع است کذا فی "المنسک الکبیر" لمولانا رحمت اللہ السندی، و علامہ نووی در "ایضاح المناسک" گفتہ کہ ہمیں است قول ابن عباس و سعید بن جبیر، عطاء و مجاہد، علامہ ابن جماعہ در "منسک کبیر" خود گفتہ کہ ہمیں است مذہب ابی حنیفہ و مالک رحمہما اللہ، و نزد احمد طواف افضل است از نماز مطلقا، و ہمیں است قول بعضے شافعیہ، و بعضے دیگر از ایشان قائل اند بر عکس آن اھ (۷۷)

یعنی، مسافروں کے حق میں مسجد حرام میں نفل نماز پڑھنے سے نفلی طواف کرنا افضل ہے، مگر باشندگانِ مکہ تو ان کے حق میں نفل نماز (نفلی طواف سے) افضل ہے، اسی طرح مولانا رحمت اللہ سندھی کی "منسك كبير" میں ہے اور علامہ نووی نے "ايضاح المناسك" میں فرمایا کہ حضرت ابن عباس، سعید بن جبیر، عطاء، مجاہد رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے اور علامہ ابن جماعہ نے اپنی (کتاب) "منسك كبير" میں فرمایا کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اور امام احمد علیہ الرحمہ کے نزدیک طواف مطلقاً نفل نماز سے افضل ہے اور یہی قول ہے بعض شوافع کا اور بعض دیگر اس کے برعکس کے قائل ہیں۔

کیونکہ مسافر کو طواف کرنے کا موقع کچھ عرصہ کے لئے ملا ہے اگر وہ اس میں طواف کو ترجیح نہ دیں گے تو وہ موقع ان سے فوت ہو جائے گا اس لئے ان کے حق میں نفلی طواف ہی افضل ہے، چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قال: الصلاة لأهل مكة أفضل إليّ و للغرباء الطواف، لأن

۷۷۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيزدهم، در ذكر بعضے مسائل متفرقات، فصل أول، در بيان إقامت نمودن در مكة ص ۲۳٦

الصلاۃ تشتمل علی عبادات لا یشتمل علیھا الطواف، فکانت الصلاۃ أفضل إلّا أن الغرباء لو اشتغلوا بالصلاۃ لفاتھم الطواف لا إلی خلف، و لا یمکن تدارکہ فکان الاشتغال بہ أولی بخلاف المکی، وأنہ لا یفوتہ الطواف، فکان الاشتغال بالطواف أولی (٧٨)

یعنی ، فرمایا: میرے نزدیک اہلِ مکہ کے لئے نفل نماز افضل ہے اور مسافروں کے لئے طواف، کیونکہ نماز ان عبادات پر مشتمل ہے جن پر طواف مشتمل نہیں، تو نفل نماز افضل ہوئی، مگر مسافر اگر نفل نماز میں مشغول ہو گئے تو ان سے طواف فوت ہو جائے گا نہ کسی خلیفہ کی طرف، اور مسافر کے لئے اس کا تدارک ممکن نہ ہوگا تو مسافر کے حق میں طواف میں مشغول ہونا افضل ہے بخلاف مکی کے کہ اس سے طواف فوت نہیں ہوتا تو اس کا نفل نماز میں مشغول ہونا اَولیٰ ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

والطواف للغرباء أفضل من الصلاۃ و قد مرّ (٧٩)

یعنی، نفلی طواف مسافروں کے لئے نفل نماز سے افضل ہے۔

امام اہلسنّت امام احمد رضا متوفی ١٣٤٠ھ لکھتے ہیں:

ایامِ اقامت (مکہ) میں جس قدر ہو سکے طواف کرتے رہیں کہ آفاقی (باہر والوں) کے لئے یہ سب بہتر عبادت ہے اور ہر سات پھیروں پر مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھیں۔(٨٠)

٧٨۔ المسلک فی المناسک: المجلد (١)، القسم الثانی: فی بیان المناسک، فصل بعد فصل: فی شرائط صحۃ الطواف، ص ٤٥٤

٧٩۔ المسلک فی المناسک، المجلد١، القسم الثانی: فی بیان نسک الحجّ الخ، فصل فی الترتیب ص ٤٧٤

٨٠۔ انوار البشارۃ، ص ٢٩

مکی کے حق میں نفل نماز کا افضل ہونا موسمِ حج کے ساتھ مقید ہے، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں:

و ھو أفضل من الصلاۃ نافلۃ للآفاقی و قلبہ للمکّی و فی "البحر" ینبغی تقییدہ بالزمن الموسم و إلا فالطواف أفضل من الصلاۃ مطلقاً (٨١)

یعنی، اور وہ آفاقی کے لئے نفل نماز سے افضل ہے اور مکی کے لئے اس کا الٹ ہے (یعنی اس کے لئے نفل نماز طواف سے افضل ہے)۔ اور "بحر الرائق" میں ہے کہ اس کو زمانہ حج کے ساتھ مقید کرنا چاہئے، ورنہ طواف نماز سے مطلقاً افضل ہے۔

اور اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

قولہ: مطلقاً أی للمکّی و الآفاقی فی غیر الموسم (٨٢)

یعنی، صاحبِ بحر کا قول مطلقاً یعنی مکی اور آفاقی کے لئے ایام حج کے علاوہ ایام میں (نفلی طواف، نفل نماز سے افضل ہے)۔

اور موسمِ حج کے علاوہ مکی و غیر مکی دونوں کے حق میں افضل نفلی طواف ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

و الطواف نفلاً أفضل من صلاۃ النفل فی المسجد الحرام لغیر أھل مکۃ، و المقیمین بھا بعد مضی أیام الموسم (٨٣)

یعنی، غیر مکی کے لئے نفلی طواف نفل نماز سے افضل ہے اور مکہ میں رہنے والوں کے لئے ایام حج گزرنے کے بعد نفل نماز سے نفلی طواف افضل ہے۔

٨١۔ الدر المختار، ٢/٢ ٥٠

٨٢۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (٢) کتاب الحج، مطلب: الصلاۃ أفضل من الطواف، ص ٥٠٢

٨٣۔ الھدیۃ العلائیۃ أحکام الحجّ، الطواف حول الکعبۃ، ص ٢٠١

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و الإکثار من الطواف وھو أفضل من صلاۃ النفل للآفاقی (۸۴)

یعنی، آفاقی کے لئے کثرت سے طواف کرنا نفلی نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

اس کے تحت علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

و عکسہ للمقیم زمن الموسم، و فی غیرہ الأفضل لہ الطواف أیضاً ذکرہ صاحب البحر (۸۵)

یعنی، زمانۂ حج میں مقیم مکہ کے لئے اس کا عکس ہے اور غیر موسمِ حج میں اس کے لئے بھی طواف افضل ہے، اسے صاحبِ بحر نے ذکر کیا ہے۔

کیونکہ طواف نماز کو بھی شامل ہے، چنانچہ علامہ کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و الثواب و الفضیلۃ التی وردت فی الطواف أراد بہ الطواف مع الصلاۃ، فإنہ یشتمل جمیعاً (۸۶)

یعنی، ثواب اور فضیلت جو طواف کے بارے میں وارد ہے اس سے مراد طواف مع نماز ہے، پس وہ سب کو شامل ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۲۲ نوفمبر ۲۰۰۶م (216-F)

مکہ مکرمہ میں استقبالِ قبلہ کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد الحرام کی طرف رُخ کر کے مسجد سے باہر اس طرح نماز پڑھنا کہ عین کعبہ اس رُخ پر نہ ہو تو استقبالِ

۸۴۔ مراقی الفلاح فی شرح نور الإیضاح

۸۵۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الحجّ، ص ۷۳۱

۸۶۔ المسالک فی المناسک: ۱/ ۴۰۴

قبلہ ہو جائے گا اور نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: استقبالِ قبلہ نماز کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، قرآن کریم میں ہے:

﴿فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ (۸۷)

ترجمہ: اپنا منہ اس کی طرف کرو۔ (کنز الایمان)

اس کے تحت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں روبقبلہ ہونا فرض ہے۔ (خزائن العرفان)

پھر جو کعبہ کے پاس ہو اُسے عین کعبہ کی جانب منہ کرنا فرض ہے اور جو دُور ہو اُسے جہتِ کعبہ کی جانب کرنا فرض ہے، چنانچہ امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی الحنفی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و یستقبل آمناً عین الکعبۃ إن کان بمکۃ، و جھتھا إن نأی عنھا (۸۸)

یعنی، نمازی حالتِ امن میں رُخ کرے گا عین کعبہ کی جانب اگر مکہ مکرمہ میں ہو اور جہتِ کعبہ کو اگر اس سے دُور ہو۔

اور حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و إستقبال القبلۃ للمکّی فرضہ إصابۃ عینھا، و لغیرھا إصابۃ جھتھا (۸۹)

یعنی، اور قبلہ رُخ ہونا، مکی کے لئے ٹھیک عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا ہے اور غیر مکی کے لئے اس کی سمت کی طرف۔

۸۷۔ البقرہ: ۲/ ۱۴۴

۸۸۔ مجمع البحرین و ملتقی النیّرین، کتب الصلاۃ، فصل: فی شروط الصلاۃ، ص ۱۱۶

۸۹۔ کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ

اور امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ثم من كان بمكة ففرضه إصابة عينها، و من كان غائباً ففرضه إصابة جهتها هو الصحيح، (۹۰)

یعنی، پھر جو شخص مکہ مکرمہ میں ہو تو اس پر فرض ہے ٹھیک عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا، اور جو غائب ہو تو اس کا فرض ہے سمتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا، یہی صحیح ہے۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ (۹۱) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ (۹۲) نقل کرتے ہیں:

اتفقوا على أن القبلة في حقّ من كان بمكة عين الكعبة، و يلزمه التوجّه إلى عينها،

یعنی، فقہاء کا اتفاق ہے کہ جو شخص مکہ میں ہے اس کے لئے عین کعبہ قبلہ ہے، اس کے لئے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا لازم ہے۔

علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ (۹۳) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی (۹۴) نقل کرتے ہیں:

و لا فرق بين أن يكون بينه و بينها حائل من جدارٍ أو لم يكن

یعنی، اس میں کوئی فرق نہیں کہ نماز پڑھنے والے اور کعبہ کے درمیان کو دیوار حائل ہے یا نہیں۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

۹۰۔ الهداية المجلد (۱ ۔ ۲)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها، ص ٤٨

۹۱۔ فتاویٰ قاضیخان علی هامش الفتاوى الهندية، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص ٦٩

۹۲۔ الفتاوى الهندية: ۱/ ٦٣

۹۳۔ تبيين الحقائق، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ٢٦٤

۹٤۔ الفتاوى الهندية: ۱/ ٦٣

أطلق المكي فشمل من كان بمعاينتها و من لم يكن (۹۵)

یعنی، مصنّف نے مکی کو مطلق رکھا تو یہ اس مکی کو شامل ہو گیا جو کعبہ کے مُعاین ہے اور اس کو بھی جو مُعاین نہیں۔

اور حافظ الدین ابو البرکات نسفی نے "الکافی" میں لکھا، اُن سے امام کمال الدین ابن ہمام (۹۶)، علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی (۹۷)، علامہ شبلی (۹۸)، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی (۹۹) اور علامہ نظام الدین حنفی (۱۰۰) نقل کرتے ہیں:

حتى لو صلّى مكّي في بيته ينبغي أن يصلّي بحيث لو أزيلت الجدار أن يقع استقباله على شطر الكعبة، بخلاف الأفاقي

یعنی، یہاں تک کہ مکہ میں رہنے والا گھر میں اگر نماز پڑھے کہ درمیان سے اگر دیوار ہٹا دی جائے تو کعبۃ اللہ کا کوئی حصہ اس کے سامنے آجائے بخلاف آفاقی کے۔

اور قاضی محمد فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

"منها" أي من شروط "استقبال عين الكعبة للمكي" اجماعاً حتى لو صلى في بيته يجب أن يصلي بحيث لو أزيل الجدران وقع الاستقبال على عين الكعبة (۱۰۱)

۹۵۔ البحر الرائق، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ٢٨٤

۹٦۔ فتح القدير: ۱/ ٢٣٤

۹۷۔ البحر الرائق: ۱/ ٢٤٨

۹۸۔ حاشية الشبلي على التبيين: ۱/ ٢٦٤

۹۹۔ إمداد الفتاح، ص ٢٣٢

۱۰۰۔ الفتاوى الهندية المجلد (۱)، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الثالث في استقبال القبلة، ص ٦٣

۱۰۱۔ غرر الأحكام و شرحه الدرر الحكام المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ص ٦٠

یعنی، نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط مکی کے لئے اجماعاً عینِ کعبہ کا استقبال ہے حتی کہ اگر وہ اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اس پر واجب ہے کہ اس طرح پڑھے کہ اگر کعبہ اور اس کے درمیان کی دیواریں ہٹا دی جائیں تو اس کا استقبال عینِ کعبہ پر ہو۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی نے مکی غیر شاہد کے لئے اسے ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

یہاں تک کہ مکی اگر اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اُسے چاہئے کہ اس طرح نماز پڑھے کہ اگر دیواریں ہٹا دی جائیں تو اس کا استقبال کعبہ کے کسی حصے پر ہو برخلاف آفاقی کے، پس اس کے موانع اگر دُور کر دیئے جائیں تو شرط نہیں ہے کہ اس کا استقبال لامحالہ عینِ کعبہ پر ہو اسی طرح "کافی" میں ہے: وھو ضعیف اور وہ ضعیف ہے۔(۱۰۲)

جب کہ اطلاقِ مُتون بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مکی کے حق میں عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا لازم ہے چنانچہ علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

إصابة عينها أي عين القبلة التي هي الكعبة سواء كان معايناً لها أو لا، كما دل عليه اطلاق المتون (۱۰۳)

یعنی، (مکہ میں رہنے والے کے لئے فرض) عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا ہے یعنی عین قبلہ کی طرف جو کہ کعبہ ہے چاہے اُسے دیکھ رہا ہو یا نہ جیسا کہ مُتون کا اطلاق اسی پر دلالت کرتا ہے۔

لیکن فقہاء کرام سے یہ تصریح بھی منقول ہے کہ مکی اگر کعبۃ اللہ کے سامنے نہ ہو بلکہ ایسی جگہ ہو کہ اس کے اور کعبہ کے مابین آڑ ہو تو وہ غائب کی مثل ہے اور اسے اصح اور مختار قرار دیا ہے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ (۱۰۴)، علامہ زین

۱۰۲۔ البحر الرائق: ۱/ ۲۴۸
۱۰۳۔ النهر الفائق: ۱/ ۱۹۱
۱۰۴۔ فتح القدير، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ۲۳۵

الدین ابن نجیم حنفی (۱۰۵) اور شلبی حنفی (۱۰۶)، علامہ قوام الدین محمد بن محمد البخاری متوفی ۷۲۹ھ کی کتاب "معراج الدرایہ شرح الهدایہ" سے نقل کرتے ہیں:

و فی "الدراية": و من كان بينه و بين الكعبة حائل الأصح أنه كالغائب، و لو كان الحائل أصلياً كالجبل كان له أن يجتهد، والأولى أن يصعده ليصل إلى اليقين

یعنی، "درایہ" میں ہے کہ وہ شخص جس کے اور کعبہ کے مابین کوئی حائل (آڑ) ہو تو اصح یہ ہے کہ وہ مثل غائب کے ہے، اگر چہ حائل (آڑ) اصلی ہو جیسے پہاڑ تو اُسے جائز ہے کہ وہ (جہتِ کعبہ معلوم کرنے کے لئے) کوشش کرے اور بہتر ہے کہ وہ اس پر چڑھ جائے تاکہ وہ (جہت کو معلوم کرنے میں) یقین کی تک پہنچ جائے۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

قال فی "معراج الدراية" و لمن كان بمكة و بينه و بين الكعبة حائل يمنع المشاهدة كالأبنية، فالأصح أن حكمه حكم الغائب، و لو كان الحائل أصلياً كالجبل فله أن يجتهد، و الأولىٰ أن يصعد على الجبل حتى تكون صلاة إلى الكعبة يقيناً انتهى (۱۰۷)

یعنی، "معراج الدرایہ" میں فرمایا: وہ شخص جو مکہ میں ہو اور اس کے اور کعبہ کے مابین کوئی آڑ ہو جو اُسے کعبہ کے مشاہدہ سے مانع ہو جیسے عمارتیں، تو اصح یہ ہے کہ اس کا وہی حکم ہے جو مکہ سے غائب شخص کا حکم ہے اور اگر حائل (آڑ) اصلی ہو تو اُسے جائز ہے کہ وہ کوشش کرے، اور بہتر ہے کہ وہ

۱۰۵۔ البحر الرائق: ۱/ ۲۸۴
۱۰۶۔ حاشية الشلبي على التبيين: ۱/ ۲٦٤
۱۰۷۔ إمداد الفتاح، باب شروط الصلاة و أركانها، ص ۲۳۱-۲۳۲

پہاڑ پر چڑھے یہاں تک کہ اس کی نماز یقینی کعبہ کی طرف ہو۔

اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

لکن الأصح أن حکم من کان بینه و بینها بناء حکم الغائب و لو أصلیاً کجبل اجتهد والأولی أن یصعده، کذا فی "المعراج" (۱۰۸)

یعنی، لیکن اصح یہ ہے کہ حکم اس شخص کا کہ جس کے اور کعبہ کے مابین کوئی عمارت ہو وہی حکم ہے جو (مکہ سے) غائب کا حکم ہے، اگر چہ اس کے اور کعبہ کے مابین حائل اصل ہو جیسے پہاڑ، تو وہ (جہتِ کعبہ معلوم کرنے کے لئے) اجتہاد کرے، بہتر ہے کہ اس پر چڑھ جائے، اسی طرح "معراج" میں ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

(و قبلة من بمکة عین الکعبة) بحیث لو أزیل الجدار أن یقع استقباله علی جزء منها، لکن الأصح کما نقله المصنّف و غیره عن "معراج الدرایة": أن من بینه و بینها حائل کالغائب (۱۰۹)

یعنی، (اور قبلہ اس شخص کا جو مکہ میں ہو عینِ کعبہ ہے) اس طور پر کہ اگر دیوار کو زائل کر دیا جائے تو اس کا منہ کعبہ کے کسی جزء کی طرف ہو، لیکن اصح یہ ہے کہ جیسا کہ مصنف وغیرہ نے "معراج الدرایہ" سے نقل کیا کہ (مکہ میں) جس شخص اور کعبہ کے درمیان کوئی حائل ہو وہ (مکہ سے) غائب کی مثل ہے۔

علامہ یحییٰ بن علی بن عبداللہ زندوستی کے حوالے سے صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی بن

۱۰۸۔ النهر الفائق، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص۱۹۱

۱۰۹۔ الدر المنتقی شرح الملتقی علی هامش المجمع، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص۸۳

ابی بکر مرغینانی حنفی (۱۱۰)، امام کمال الدین ابن ہمام (۱۱۱)، علامہ جلال الدین خوارزمی (۱۱۲)، علامہ شبلی حنفی (۱۱۳) اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی (۱۱۴) لکھتے ہیں:

و ذکر زندوستی رحمه الله فی "نظمه": أن الکعبة قبلة من یصلی فی المسجد الحرام، و المسجد الحرام قبلة أهل مکة لمن یصلی فی بیته، أو فی البطحاء، و مکة قبلة أهل الحرم، و الحرم قبلة أهل العالم ـ و اللفظ للمرغینانی

یعنی، زندوستی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "النظم" میں ذکر کیا کہ کعبہ اس شخص کا قبلہ ہے جو مسجد الحرام میں نماز پڑھے اور مسجد الحرام اہل مکہ کا قبلہ ہے (ان میں سے) جو اپنے گھر میں یا بطحاء میں نماز پڑھے، اور مکہ اہلِ حرم کا قبلہ ہے، اور حرم اہلِ عالَم کا قبلہ ہے۔

اس کے تحت صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و هذا یشیر إلی أن من کان بمعاینة الکعبة، فالشرط إصابة عینها، و من لم یکن بمعاینتها فالشرط إصابة جهتها، و هو المختار (۱۱۵)

یعنی، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے جو کعبہ کے سامنے ہو، اُسے عینِ کعبہ کی طرف رُخ کرنا شرط ہے اور جو سامنے نہ ہو تو اُس کے لئے جہتِ کعبہ کو رُخ کرنا شرط ہے اور یہی مختار ہے۔

اسی طرح "تجنیس" سے امام کمال الدین نے "فتح القدیر" (۲۳۴/۱) میں علامہ

۱۱۰۔ التجنیس و المزید، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، فصل: فی القبلة ص۴۲۹ـ۴۳۰، مسألة (۴۳۹)

۱۱۱۔ فتح القدیر: ۲۳۴/۱

۱۱۲۔ امداد الفتاح، ص ۲۳۲

۱۱۳۔ الکفایة شرح الهدایة مع الفتح: ۲۳۶/۱

۱۱۴۔ حاشیة الشلبی علی التبیین: ۲۶۴/۱

۱۱۵۔ التجنیس و المزید: ۴۳۰/۱

ابن نجیم حنفی نے، "بحر الرائق" (۱/ ۲۸٤) میں، علامہ شبلی حنفی نے "حاشیة التبیین" (۱/ ۲٦٤) میں، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی نے "امداد الفتاح" (ص ۲۳۲) میں نقل کیا ہے، چنانچہ فقہاءِ کرام نے لکھا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ سب کا قبلہ کعبہ ہی ہے نہ کہ مسجد الحرام یا حرم کعبہ، چنانچہ شمس الائمہ عبد العزیز بن احمد البخاری الحلوانی الکھی متوفی ۴۵۲ھ کے حوالے سے علامہ شبلی حنفی (۱۱٦) اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی (۱۱۷) نقل کرتے ہیں:

قال الشیخ عبد العزیز البخاری: هذا علی التغریب و إلا فالتحقیق أن الکبعة قبله أهلِ العالم

اور علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں:

قال مولانا فخر الدین البلیعی رحمه الله: و هذا علی التغریب فأما التحقیق فالکعبة قبلة أهلِ العالَم (۱۱۸)

یعنی شیخ عبد العزیز بخاری نے فرمایا (اور علامہ جلال الدین لکھتے ہیں: مولانا فخر الدین بدیعی علیہ الرحمہ نے فرمایا) یہ (جو زندوستی نے ذکر کیا) علی التغریب ہے ورنہ تحقیق یہ ہے کہ کعبہ اہلِ عالَم کا قبلہ ہے۔

بہر حال جو شخص کعبہ کے سامنے موجود ہو اس کے لئے فرض ہے کہ وہ نماز کے لئے عینِ کعبہ کی جانب اپنا رُخ کرے اور مسجد الحرام میں وہ مقامات جہاں سے کعبہ نظر نہیں آتا وہاں صفوں کے لئے بنائے گئے نشان پر صحیح کھڑے ہونے سے عین کعبہ کو منہ کرنا حاصل ہو جائے گا کہ اُن لکیروں پر کھڑا ہونے والے کے آگے سے اگر عمارت اگر ہٹا دی جائے تو اس کا رُخ عین کعبہ کی جانب ہو گا کیونکہ یہ لائنیں اسی مقصد کے لئے لگائی گئی ہیں۔ اسی طرح مسجد سے باہر صحن میں لگائی گئی لکیروں پر کھڑا ہونے والا عین کعبہ کی طرف رُخ کرنے والا ہو جاتا ہے اگر چہ اصح و مختار قول کے مطابق ان کے لئے جہتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا ہی کافی ہے، اور جو

۱۱٦۔ حاشیة الشبلی علی التبیین: ۱/ ۲٦٤

۱۱۷۔ إمداد الفتاح، ص ۲۳۲

۱۱۸۔ الکفایة شرح الهدایة مع الفتح: ۱/ ۲۳٦

شخص کعبہ سے آڑ میں ہو اس کے لئے جہت کعبہ کو منہ کرنا فرض ہو گا اگر چہ وہ مکہ مکرمہ میں ہی ہو کیونکہ مکہ میں رہنے والا اگر کعبہ سے آڑ میں ہو تو وہ غائب کی مثل ہے اور فقہاء نے اسے اصح اور مختار لکھا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں گزرا اور اس پر عین کعبہ کی طرف رُخ کرنے کو لازم کرنا تکلیف مالا یطاق ہے جب کہ اسلام میں تکلیف بقدر طاقت ہوتی ہے، چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی لکھتے ہیں:

التکلیف بحسب الوسع (۱۱۹)

یعنی، تکلیف وسعت کی حیثیت سے ہے۔

اور علامہ عبد اللہ بن محمود الموصلی حنفی لکھتے ہیں:

التکلیف بقدر الطاقة (۱۲۰)

یعنی، تکلیف بقدرِ طاقت ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان لکھتے ہیں:

تکلیف بقدرِ وسعت اور طاعت بحسب طاقت ہوتی ہے (۱۲۱)

اس لئے صاحبِ بحر علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی کنز کی عبارت "و استقبال القبلة" کے تحت لکھتے ہیں:

أی من شروطها إستقبال القبلة عند القدرة (۱۲۲)

یعنی، نماز کی شرطوں میں سے استقبال قبلہ قدرت پائے جانے کے وقت شرط ہے۔

اسی وجہ سے مشاہدِ کعبہ کے لئے عین کعبہ پر نظر فرض ہے، چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

۱۱۹۔ الهدایة: ۱۔۲/ ٥٦

۱۲۰۔ کتاب الاختیار لتعلیل المختار: ۱/ ٦٤

۱۲۱۔ فتاویٰ رضویه، جلد (۳)، باب القبلة ص ۱٦

۱۲۲۔ بحر الرائق: ۱/ ۲۸۳

اتفاقاً، لقدرته عليها يقيناً (١٢٣)

یعنی، مشاہدِ کعبہ پر بالاتفاق کعبہ کی طرف رُخ کرنا فرض ہے کیونکہ اُسے یقیناً اس پر قدرت حاصل ہے۔

لہٰذا عینِ کعبہ کی جانب منہ کرنا اس کے لئے فرض ہوگا جو کعبہ کے پاس موجود ہو کعبہ کا مشاہد و معاین ہو اور جو کعبہ سے دُور رہو اگر چہ مکہ میں ہی ہو اسے جہتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا لازم ہوگا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

من كان بحضرة الكعبة يتوجه إلى عينها، و إن كان نائياً عنها يتوجّه إلى جهتها (١٢٤)

یعنی، جو شخص کعبہ کے پاس ہو تو وہ متوجہ ہوگا عینِ کعبہ کی جانب، اور اگر اس سے دُور ہو تو اس کی سمت کی جانب۔

اور بعض فقہاءِ کرام نے جس طرح غیر معاین و غیر مشاہد مکی کے لئے جہتِ کعبہ کے فرض ہونے کو ''اصح و مختار'' لکھا ہے اسی طرح بعض نے اسے ''صحیح'' لکھا ہے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

فللمكي المشاهد (للكعبة كما في مراقي الفلاح و إمداد الفتاح) إصابة عينها، و لغير المشاهد جهتها و لو بمكة على الصحيح (١٢٥)

یعنی، مکی کعبہ کا مشاہدہ کرنے والے کی نگاہ کا اس پر پڑنا اور کعبہ کو نہ دیکھنے والے کا اس کی سمت رُخ کرنا فرض ہے، اگر چہ وہ مکہ میں ہو صحیح مذہب کے مطابق۔

اور اس کی شرح میں و لو بمكة کے تحت لکھتے ہیں:

١٢٣۔ إمداد الفتاح، ص ٢٣٠

١٢٤۔ المختار مع شرحه للمصنّف، الجزء (١)، كتاب الصلاة، باب ما يفعل قبل الصلاة، ص ٦٤

١٢٥۔ نور الإيضاح مع مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة و أركانها، ص ١٢٤

و حال بينه و بين الكعبة بناء أو جبل على الصحيح كما في "الدراية" و "التجنيس" (١٢٦)

یعنی، (غیر مشاہد کے لئے جہتِ کعبہ کو منہ کرنا فرض ہے اگر چہ وہ مکہ میں ہو) اور صحیح قول کے مطابق مکہ میں نماز پڑھنے والے اور کعبہ کے درمیان کوئی عمارت یا پہاڑ حائل ہو (تو اُسے جہتِ کعبہ کو رُخ کرنا فرض ہے) جیسا کہ ''درایۃ'' اور ''تجنیس'' میں ہے۔

دوسری شرح میں اپنے قول ''و لغير المشاهد'' کے تحت لکھتے ہیں:

سواء كان بمكة أو غيرها إصابة جهتها أي الكعبة و هو الصحيح (١٢٧)

یعنی، غیر مشاہد کے لئے ٹھیک جہتِ کعبہ کو نماز میں رُخ کرنا لازم ہے چاہے وہ (غیر مشاہد) مکہ میں ہو یا غیر مکہ میں، یہی صحیح ہے۔

اور ''امداد الفتاح'' میں پوری بحث کے بعد بطور نتیجہ لکھتے ہیں:

و إذا علمت ما ذكرناه فالفرض لغير المشاهد إصابة جهتها و لو كان غير المشاهد بمكة (١٢٨)

یعنی، جب تو نے جان لیا جسے ہم نے ذکر کیا تو غیر مشاہد کے لئے ٹھیک کعبہ کی جہت کو رُخ کرنا فرض ہے اگر چہ وہ غیر مشاہد مکہ میں ہو۔

لہٰذا مُتون میں فقہاءِ کرام کے قول ''مکی'' سے مراد مُعاین و مُشاہدِ کعبہ اور ''لغیرہ'' سے مراد غیر مُعاین و غیر مشاہد ہے۔ جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و أقره المصنّف قائلاً: و المراد بقولي: "فللمكي" مكي يعاين الكعبة و لغيره أي غير معاينها (١٢٩)

١٢٦۔ مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص١٢٥

١٢٧۔ إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح، ص ٢٣٠

١٢٨۔ إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح، ص ٢٣١

١٢٩۔ الدر المختار شرح تنوير الأبصار، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ٤٢٨

یعنی، اور مصنّف نے اس کو یہ کہتے ہوئے ثابت رکھا کہ اس قول ''مکی کے لئے'' سے میری مراد یہ ہے کہ مکی وہ جو کعبہ کا مُعاین و مُشاہِد ہو اور میرے قول ''اس کے غیر کے لئے'' سے میری مراد وہ شخص ہے جو کعبہ کا مُعاین نہ ہو۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

و الأصح أن من بينه و بينها حائل كالغائب، (۱۳۰)

یعنی، اصح یہ ہے کہ جس شخص اور کعبہ کے درمیان کچھ حائل ہو وہ غائب کی طرح ہے۔

اور غیر مُشاہِد مکی کے حق میں بقدر استطاعت و طاقت نماز میں عینِ کعبہ کو رُخ کرنے کی تحقیق لازم ہو گی جس طرح فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر حائل اصلی ہو جیسے پہاڑ تو اس پر چڑھ کر کعبہ کو دیکھ لے تا کہ اس کا کعبہ کی طرف منہ کرنا علی وجہ الیقین ہو جائے کیونکہ یقین کے مقابلے میں گمان قابلِ قبول نہیں ہوتا اور اگر اس طرح بھی کعبہ کو دیکھنے پر قدرت نہیں یا ایسی جگہ ہے کہ کعبۃ اللہ وہاں سے نظر نہیں آتا جیسے فی زمانہ بلند عمارتیں کعبہ کو دیکھنے کی راہ میں رکاوٹ ہوں تو اُسے صرف جہتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا کافی ہو گا۔ چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

استقبالِ قبلہ عام ہے کہ بعینہ کعبہ معظّمہ کی طرف منہ ہو جیسے مکہ مکرمہ والوں کے لئے یا اس جہت کو منہ ہو جیسے اوروں کے لئے (درمختار) یعنی تحقیق یہ ہے کہ جو عین کعبہ کی سمت خاص تحقیق کر سکتا ہے اگر چہ کعبہ آڑ میں ہو جیسے مکہ معظّمہ کے مکانوں میں جب کہ چھت پر چڑھ کر کعبہ کو دیکھ سکتے ہیں، تو عینِ کعبہ کی طرف دیکھنا فرض ہے، جہت کافی نہیں، اور جسے یہ تحقیق ممکن نہ ہو اگر چہ خاص مکہ معظّمہ میں ہو اس کے لئے جہتِ کعبہ کو منہ کرنا کافی ہے از افادات رضویہ۔ (۱۳۱)

۱۳۰۔ الدر المختار شرح تنوير الأبصار: ۱/۴۲۸

۱۳۱۔ بہارِ شریعت، حصہ (۳)، نماز کی شرطوں کا بیان، تیسری شرط، ص ۳۷

اور جہتِ کعبہ کو منہ ہونے کے بارے میں صدر الشریعہ محمد امجد علی (از ''درمختار'' و ''افادات رضویہ'') نقل کرتے ہیں:

جہتِ کعبہ کو منہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ موُنھ کی سطح کا جو کوئی جزء کعبہ کی سمت میں واقع ہو تو اگر قبلہ سے کچھ انحراف ہے مگر منہ کا کوئی جزء کعبہ کے مواجہہ میں ہے نماز ہو جائے گی، اس کی مقدار ۴۵ درجہ رکھی گئی ہے تو اگر ۴۵ درجہ سے زائد انحراف ہے استقبال نہ پایا گیا نماز نہ ہوئی (۱۳۲)

اور وہ لوگ جو مکہ مکرمہ میں گھروں یا ہوٹلوں میں ہوں اور وہاں نماز پڑھنا چاہیں تو اُن کو اپنے گھر یا ہوٹل کی چھت سے دیکھنا چاہئے کہ وہاں سے کعبہ نظر آتا ہے یا نہیں اگر نظر آتا ہے تو ان کے حق میں عینِ کعبہ کو رُخ کرنا لازم رہے گا کہ ایسوں کے لئے فقہاء کرام کی تصریح مذکور ہے اور اگر نظر نہ آئے بہت کم ہے کہ نظر آئے تو اُن کے حق میں جہت کعبہ کو رُخ کافی ہو گا اور ہوٹلوں میں تقریباً جہتِ کعبہ کی نشاندہی کی ہوئی ہوتی ہے اس کا اعتبار کیا جائے۔

اعتراض: اگر کہا جائے فقہاء کرام نے اس پر اجماع کا ذکر کیا ہے کہ مکی کے حق میں عینِ کعبہ کو رُخ کرنا فرض ہے تو وہ اگر عینِ کعبہ کو رخ نہ کرے تو اس کی نماز کیونکر درست ہو گی؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اجماع کو مُشاہِد و مُعاین کعبہ پر محمول کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ اجماع مُشاہِد کعبہ کے حق میں ہے نہ کہ غیر مُشاہِد کے حق میں، ورنہ اجماع کا دعویٰ غلط ہو جائے گا، کیونکہ دوسرے فقہاء کرام نے مکی غیر مشاہد کے حق میں جہتِ کعبہ کو رُخ کرنا فرض قرار دیا ہے اور اسے اصح، صحیح اور مختار قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

فقوله فی "مجمع الروايات" قال فی "الكافی" فمن كان بمكة ففرضه إصابة عينها اجماعاً يمكن حمله على ما إذا كان مشاهداً و إلا فيكف الإجماع مع ما ذكرناه (۱۳۳)

۱۳۲۔ بہارِ شریعت: ۳/۳۷

۱۳۳۔ إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، ص ۲۳۲

یعنی، ان کا قول "مجمع الروایات" میں قول کہ "کافی" میں فرمایا:
پس جو شخص مکہ مکرمہ میں ہو تو بالاجماع اس کا فرض ٹھیک کعبہ کی طرف رخ کرنا ہے، اسے اس پر محمول کرنا ممکن ہے جب کہ وہ مُشاہِد کعبہ ہو ورنہ جو ہم نے (اس کے خلاف فقہاء کے اقوال کو) ذکر کیا اس کے باوجود اجماع کیسے ہوگا۔

اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

و لیس الإجماع علی الإطلاق بل فی حقّ المشاهد للکعبة، أما من بینه و بینها حائل فلا إجماع علی إشتراط عینها فی حقّه، بل الأصح أنه کالغائب للزوم الحرج فی إلزام حقیقة المسامتة فی کل بقعة یصلی فیها (۱۳٤)

یعنی، اجماع علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ اجماع کعبہ کے مُشاہِد کے حق میں ہے، مگر وہ شخص جس کے اور کعبہ کے مابین آڑ ہو تو اس کے حق میں عینِ کعبہ کو رُخ کرنے کی شرط کرنے پر اجماع نہیں ہے بلکہ اصح یہ ہے کہ وہ مثل غائب کے ہے کیونکہ ہر خطہ جس میں وہ نماز پڑھے اس پر حقیقۃ مسامتہ لازم کرنے میں لزوم حرج ہے۔

دوسرا اعتراض: یہ ہے کہ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ مکی اگر گھر میں نماز پڑھے تو اس طرح پڑھے کہ اگر بیچ کی دیواریں ہٹا دی جائیں تو نمازی کا رُخ کعبہ کے کسی جزء کی طرف ہو، اگر ایسا نہ ہو تو نماز درست نہ ہوگی؟

جواب: دوسرے فقہاء کرام نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ ایسا مکی کالغائب ہے لہٰذا اس کی نماز صرف جہتِ کعبہ کو منہ کرنے سے اسی طرح درست ہو جائے گی جس طرح آفاقی کی نماز درست ہو جاتی ہے، چنانچہ علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

۱۳٤۔ غنیة ذوی الأحکام فی بغیة درر الحکام المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، تحت قوله: إستقبال عین الکعبة الخ، ص ٦۰

لکن تفریعه بقوله: حتی لو صلّی فی بیته، فینبغی أن یصلّی بحیث لو أزیلت الجُدران یقع استقباله علی شطر الکعبة، یدافعه لقوله: بخلاف الآفاقی۔ قال الزاهدی: و فرض الغائب جهة الکعبة۔ انتهی (۱۳٥)

یعنی، ان کی اپنے اس قول کے ساتھ تفریع حتی کہ مکی اگر اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اُسے چاہئے اس طرح نماز پڑھے کہ اگر اس کے اور کعبہ کے مابین دیواروں کو ہٹا دیا جائے تو اس کا استقبال کعبہ کے کسی جزء پر، اس (اعتراض) کو دُور کر دیتا ہے انہی کا قول "بخلاف آفاقی کے"۔ زاہدی نے کہا کہ غائب کا فرض جہتِ کعبہ ہے۔ انتہی

هذا ما ظهر لی فی هذا الباب و الله تعالیٰ أعلم بالصواب و علمه أتم و أحکم

یوم الاربعه ۸شوال المکرم ۱٤۲۷ ھ ۱ نوفمبر ۲۰۰٦ م (255-F)

جہری نماز میں ترکِ جہر کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد حرام میں اپنی علیحدہ جماعت کروانے کی صورت میں امام نے جہری نماز میں فتنے کے خوف سے قرأت میں آواز کو بلند نہ ہونے دیا کبھی کبھی آواز بہت آہستہ ہو جاتی تو اس صورت میں نماز کا حکم کیا ہوگا؟ اور مسجد نبوی شریف میں چالیس نمازیں پڑھنے کی جو فضیلت وارد ہے وہ باجماعت نماز پڑھنے والے کے لئے ہے یا تنہا نماز پڑھنے والے کو بھی حاصل ہوگی؟

(سائل: محمد خرم عبد القادر، رنچھوڑ لائن، کراچی)

باسمه سبحانه و تعالیٰ و تقدس الجواب: **صورت مسئولہ** میں جو نمازیں ادا کی گئیں ان میں امام نے اگر اتنی آواز کے ساتھ قرأت کی تھی کہ جسے صف اول میں سُنا جا سکتا تھا تو وہ نمازیں درست ہو گئیں۔ چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

۱۳٥۔ إمداد الفتاح شرح نور الإیضاح، ص ۲۳۲

"جہر کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے لوگ یعنی جو صفِ اول میں ہیں سُن سکیں یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ درجہ کے لئے حد مقرر نہیں اور آہستہ یہ کہ خود سُن سکے"۔(۱۳۶)

اور علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۱۹۸ھ میں ہے:

وأدنی الجهر إسماع غیر ممن لیس بقربه کأهل الصف الأول و أعلاه لاحد له فافهم۔ (۱۳۷)

یعنی، ادنی جہر اپنے اس غیر کو سُنانا ہے جو قریب نہ ہو جیسے پہلی صف والے اور اعلیٰ جہر کی کوئی حد نہیں۔

اور صفِ اول تک کے تمام افراد تک بھی امام کی قرأت کی آواز پہنچنا شرط نہیں چنانچہ علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

قوله (ویجب جهر الإمام) الواجب منه أدناه وهو أن یسمع غیره، ولو واحداً وإلا کان اسراراً، فلو أسمع اثنین من أعلی الجهر۔ حموی عن "الخزانة"۔ (۱۳۸)

یعنی، علامہ شرنبلالی کا قول کہ امام پر جہر واجب ہے واجب کا ادنی یہ کہ دوسرے کو سُنائے اگرچہ ایک ہی ہو ورنہ اخفا ہوگا پس اگر دو نے سُنا تو اعلیٰ جہر ہے۔

اب اگر امام نے ایسا جہر کیا جسے صف اول میں موجود چند افراد سن سکتے ہوں تو واجب ادا ہوجائے گا ورنہ ادا نہ ہوگا اور سجدہ سہو نہ کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ اور اگر عمداً اسے ترک کیا تو سجدہ سہو کرنے سے بھی نماز درست نہ ہوگی۔

۱۳۶۔ بہار شریعت، حصہ سوم، کتاب الصلاۃ، قرآن مجید پڑھنے کا بیان، ص ۷۲
۱۳۷۔ رد المحتار، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، فصل فی القرأۃ، مطلب فی الکلام الخ، ص ۵۳۵
۱۳۸۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ وارکانها فصل فی بیان واجب الصلاۃ، ص ۲۵۲-۲۵۳

جہری نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ویجهر الإمام وجوباً فی الفجر و أولی العشائین أداءً و قضاءً الخ (۱۳۹)

یعنی، اور امام فجر، اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں وجوباً قرأت کرے۔

اور امام نے اگر جہری نماز میں ایسا جہر کیا جسے صف اول میں نہ سنا جا سکتا ہو تو وہ جہر نہیں ہے لہذا سجدہ سہو لازم ہوگا بشرطیکہ عمداً ایسا نہ کیا ہو۔ چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لو جهر الإمام فیما یخافت أو خافت فیما یجهر تلزمه سجدتا السهو لأن الجهر وموضعه والمخافة فی موضعه من الواجبات۔ (۱۴۰)

یعنی، امام نے آہستہ پڑھنے کی جگہ جہر کیا اور جہر کی جگہ آہستہ پڑھا تو اسے دو سجدے سہو لازم ہوں گے کیونکہ جہر اپنی جگہ پر اور اخفاء اپنی جگہ پر واجبات میں سے ہیں۔

اور اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نمازیں لوٹانی ہوں گی جیسا کہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

وتعاد وجوباً فی السهو إن لم یسجد له ملخصاً (۱۴۱)

یعنی، سجدہ سہو واجب ہونے کی صورت میں اگر سجدہ نہ کیا تو نماز کو لوٹانا واجب ہے۔

یہ تو سہواً ترک جہر کا حکم تھا اب اگر جان بوجھ کر جہری نماز میں جہر کو ترک کرتا ہے جیسا

۱۳۹۔ الدر المختار، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، فصل، ص ۵۳۲-۵۳۳
۱۴۰۔ الهدایه، المجلد (۱-۲)، کتاب الصلاۃ، باب سجود السهو، ص ۱۵۸
۱۴۱۔ الدر المختار، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب سجود السهو، ص ۴۵۶

کہ سوال سے ظاہر ہے تو اس پر نماز کا اعادہ لازم ہوگا، سجدہ سہو کافی نہ ہوگا جیسا کہ ''بہار شریعت'' (۷۳/۴/۱) میں ہے۔

یہ مسئلہ کہ جہاں نہ جماعت ملتی ہو اور الگ جماعت قائم کرنے کی صورت میں فتنے کا قوی امکان ہو وہاں نماز پنجگانہ کے لئے جماعت کروائی جائے یا انفرادی طور پر پڑھی جائے تو اس کے جواب میں حضرت ضیاء الملت علامہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''احتیاط اسی میں ہے کہ اپنی نماز اگر ممکن ہو سکے تو الگ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے اور اگر بہتر ہو تو انفرادی طور پر ادا کرے ویسے فساد سے بچنے کے لئے''۔(۱۴۲)

اور چالیس نمازوں کی فضیلت نماز با جماعت کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ ''نبی ﷺ نے صرف نمازوں کا حکم فرمایا ہے کسی حدیث شریف میں یہ حکم نہیں کہ ضروری ہے کہ امام کے پیچھے پڑھی جائیں''۔(۱۴۳)

اور ایسی صورت میں جہاں جماعت نہ ملے اور نہ خود قائم کی جا سکتی ہو تنہا نماز پڑھنے والا گنہگار نہیں ہوتا کہ گناہ ترکِ واجب پر ہے اور وہاں یہ واجب ہی نہیں۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب و إلیه المرجع والمآب

۲۰ جمادی الأولی ۱٤۲۲ھ۔ ۱۱ اغسطس ۲۰۰۱م (JIA-111 Ref:090-2001)

ہوائی سفر کے لئے جمع بین الصلاتین کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہوائی سفر کے لئے جمع بین الصلاتین جائز ہے یا نہیں، سنا ہے کچھ حنفی علماء نے علانیہ با جماعت ایسا کیا ہے، کیا ان کا فعل جواز کی دلیل بن سکتا ہے؟

باسمہ تعالی و تقدس الجواب: اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کا ایک وقت

۱٤۲۔ امام حرم اور ہم، مصنفہ علامہ فیض احمد اویسی، قطب مدینہ کا فتویٰ، ص ۱۵

۱٤۳۔ امام حرم اور ہم، مصنّفہ علامہ فیض احمد اویسی، ص ۳٤

مقرر کر دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ الآیة (۱٤٤)

ترجمہ: بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔(کنز الایمان)

تو لازم ہے کہ اس کی اوقات کی رعایت کی جائے۔(خزائن العرفان)

اور حدیث شریف ہے:

عن عبدالله قال "مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ صَلَاتَيْنِ إِلَّا بِجَمْعٍ وَ صَلَّى الصُّبْحَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ وَقْتِهَا" و اللفظ للنسائي، رواه البخاري في الحج، باب متى يصلّي الفجر بجمع (برقم: ۱٦۸۲)، مسلم في الحج، باب إستحباب زيادة التغليس بصلاة الصبح يوم النحر (برقم: ۱۲۸۹) و أبو داؤد في المناسك، باب الصلاة بجمع (برقم: ۱۹۳٤)، و النسائي في المواقيت، باب الجمع بين المغرب و العشاء بمزدلفة (برقم: ٦٥٤)، و أحمد في "مسنده" ۱/۳۸٤

یعنی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو نمازیں ایک ساتھ جمع کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر مزدلفہ میں، اور اس دن صبح کی نماز اس کے وقت سے پہلے ادا کی۔ یہ الفاظ سنن نسائی کے ہیں، اس حدیث کو امام بخاری نے حج کے بیان میں، امام مسلم نے حج کے بیان میں، ابو داؤد نے مناسک کے ذکر میں، نسائی نے مواقیت کے بیان میں اور امام احمد نے اپنی "مسند" (۱/۳۸٤) میں روایت کیا ہے۔

اور علامہ ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

أما عدم جواز الجمع في غير ذلك فلحديث: "لَيْسَ فِي النَّوْمِ

۱٤٤۔ النساء: ٤/۱۰۳

التَّـفْـرِيْـطَ إِنَّـمَا التَّفْرِيْطُ فِی الْيَقْظَةِ أَنْ يُّؤَخِّرَ الصَّلَاةَ حَتّٰی يَجِیْٓءَ وَقْـتُ الْأُخْـرٰی" أخـرجـه مسلم وغيره، و لحديث: "مَنْ جَمَعَ بَيْـنَ الـصَّلَاتَيْـنِ مِـنْ غَيْـرِ عُـذْرٍ فَقَدْ أَتٰی بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْكَبَائِرِ" أخرجه الحاكم و الترمذی لكن فی سنده ضعيف جداً (١٤٥)

یعنی، مگر نماز کو اس کے وقت کے غیر میں جمع کرنے کا عدمِ جواز تو اس حدیث کی بنا پر ہے کہ تفریط نیند میں نہیں ہے وہ تو جاگنے میں ہے کہ نماز کو مؤخر کر دے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے، اسے مسلم وغیرہ نے تخریج کیا اور اس حدیث کی بنا پر ہے: ''جس نے دو نمازوں کو بلا عذر جمع کیا تو وہ کبائر کے ابواب کو آیا'' اسے امام حاکم اور ترمذی نے تخریج کا لیکن اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

حنفیہ کے نزدیک جمع بین الصلاتین بہر صورت نا جائز ہے، چنانچہ تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ احمد بن جمال الدین عبید اللہ المحبوبی لکھتے ہیں:

و لا يجمع فرضان فی وقت بلا حج (١٤٦)

یعنی، دو نمازوں کو ایک وقت میں بغیر حج (یعنی عرفات و مزدلفہ) کے جمع نہ کیا جائے۔

اور علامہ عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لا يُـجمع بين صلاتين فی وقت واحدٍ فی حضرو لا سفر إلا بعرفة و المزدلفة (١٤٧)

یعنی، دو نمازوں کو ایک وقت میں نہ حضر میں اور نہ ہی سفر میں جمع کیا جائے گا سوائے عرفات اور مزدلفہ کے۔

١٤٥ـ عمدة الرعاية فی حل شرح الوقاية، المجلد (١)، كتاب الصلاة، ص ١٥٠

١٤٦ـ وقاية الرواية، كتاب الصلاة

١٤٧ـ المختار للفتوى، كتاب الصلاة، فصل: أحكام سجود التلاوة و الأوقات المكروهة فيها الصلاة

اور امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

لا نجمع لسفر أو مطر (١٤٨)

یعنی، ہم نمازوں میں جمع نہیں کریں گے سفر اور بارش کی وجہ سے۔

اس کے تحت شارح ابن ملک لکھتے ہیں:

يعنی الجمع بين الظهر و العصر، بين صلاتی المغرب و العشاء لعذر سفر أو مطر غير جائز عندنا خلافاً للشافعی

یعنی، ہمارے نزدیک ظہر اور عصر میں اور مغرب و عشاء میں عذرِ سفر یا عذرِ بارش کی وجہ سے جمع کرنا نا جائز ہے برخلاف امام شافعی کے۔

اور علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

عن الجمع بين الصلاتين فی وقت واحد بعذر (١٤٩)

یعنی، منع کیا گیا ہے دو نمازوں کو کسی عذر کے سبب ایک وقت میں جمع کرنے سے۔

اور علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

و لا يـجـوز الـجـمـع بيـن الصلاتين فی وقت واحد بعذر عندنا إلا صلاة الظهر و العصر بعرفة، و المغرب و العشاء بمزدلفة الخ (١٥٠)

یعنی، ہمارے نزدیک دو نماز کو ایک وقت میں کسی بھی عذر کی بنا پر جمع کرنا جائز نہیں سوائے نماز ظہر اور عصر کے عرفات میں اور نمازِ مغرب اور عشاء مزدلفہ میں۔

اور قاضی محمد بن فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

و لا يجمع فرضان فی وقت العذر بل بحج (١٥١)

١٤٨ـ مجمع البحرين و ملتقى النيّرين، كتاب الصلاة، ص١٠٧

١٤٩ـ كنز الدقائق، كتاب الصلاة، بيان أوقات الصلاة

١٥٠ـ فتاوىٰ قاضيخان، على هامش الفتاوى الهندية المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص٧٥

١٥١ـ غرر الأحكام كتاب الصلاة

یعنی، دو فرضوں کو کسی عذر کے باعث ایک وقت میں جمع نہ کیا جائے گا بلکہ حج (عرفات و مزدلفہ) میں (جمع کیا جائے گا)

کیونکہ جمع کرنے سے وقت میں تغیر ہوگا، چنانچہ علامہ موصلی حنفی لکھتے ہیں:

و فی الجمع تغییر الوقت (١٥٢)

یعنی، اور جمع کرنے میں وقت کی تغییر ہے۔

اگر ایک فرض کو مقدم کیا تو وہ فاسد ہوگا اور اگر مؤخر کیا تو ایسا کرنا حرام ہے، اگرچہ بطور قضاء، وہ صحیح ہو جائے گا، چنانچہ علامہ شمس الدین تمرتاشی لکھتے ہیں:

و لا جمع بین فرضین فی وقت بعذر فإن جمع فسد لو قدم و حرم لو عکس و إن صح إلا لحاج بعرفة و مزدلفة (١٥٣)

یعنی، دو فرضوں میں کسی عذر کے سبب ایک وقت میں جمع نہیں، پس اگر جمع کیا تو فاسد ہے اگر مقدم کیا اور حرام ہے اگر اس کا عکس کیا، اگرچہ صحیح ہو جائے گی سوائے حاجیوں کے عرفات اور مزدلفہ میں۔

اور مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی متوفی ١٢٢٤ھ لکھتے ہیں:

فإن جمع فسد لو قدم الفرض علی الوقت و حرم لو عکس أی أخره عنه وإن صح بطریق القضاء إلا الحاجّ بعرفة و مزدلفة کما سیجیئ (١٥٤)

یعنی، پس اگر (دو فرض کو ایک وقت میں) جمع کیا تو (اور ایک فرض نماز کو اپنے وقت پر) مقدم کیا تو وہ نماز فاسد ہو جائے گی (جسے مقدم کیا) اور اگر اس کا عکس کیا یعنی ایک فرض کو اپنے وقت سے مؤخر کیا تو ایسا کرنا حرام ہے اگرچہ اس کا وہ فرض (جسے مؤخر کیا) بطریق قضاء درست ہو

١٥٢۔ کتاب الإختیار لتعلیل المختار: ١/٥٧

١٥٣۔ تنویر الأبصار، قبل باب الأذان

١٥٤۔ فتاویٰ واحدی، المجلد (١)، کتاب الصلاۃ، فائدۃ، ص ٨٠

جائے سوائے حاجیوں کے عرفات اور مزدلفہ میں (جمع کرنے کے) جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

اور امام شافعی کے ہاں جمع بین الصلاتین جائز ہے اور ان کے نزدیک جواز کی دلیل ایک حدیث شریف ہے اور فقہاء کرام نے فرمایا جسے امام شافعی نے بطور دلیل پیش کیا وہ جمع فعلی پر محمول ہے نہ کہ جمع وقتی پر، چنانچہ مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی متوفی ١٢٢٤ھ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا کہ:

لا جمع بین فرضین فی وقت بعذر سفر و مطر خلافا للشافعی، و مارواه محمول علی الجمع فعلاً لا وقتاً (١٥٥)

یعنی، دو فرضوں کو سفر اور بارش کے عذر سے ایک وقت میں جمع کرنا (جائز) نہیں، برخلاف امام شافعی کے، اور جیسے انہوں نے روایت کیا ہے وہ فعلاً جمع پر محمول ہے نہ کہ وقتاً جمع پر۔ (یعنی ایک وقت میں جمع کرنے پر)

اس لئے ہمارے فقہاء کرام نے فعلاً جمع کے جواز کی تصریح کی ہے، چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی لکھتے ہیں:

و یجوز الجمع فعلاً و لا وقتاً، وهو تفسیر ما روی: "أنّهٗ ﷺ جَمَعَ بَیْنَ الصَّلَاتَیْنِ" (١٥٦)

یعنی، فعلاً جمع جائز ہے نہ کہ وقتاً۔

اور جمع فعلی کسے کہتے ہیں، اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ موصلی حنفی لکھتے ہیں:

وتفسیره: أنه یؤخّر الظهر إلی آخر وقتها، و یقدّم العصر فی أول وقتها (١٥٧)

یعنی، فعلاً جمع کی تفسیر یہ ہے کہ وہ ظہر کو اس کے آخر وقت تک مؤخر کرے

١٥٥۔ فتاویٰ واحدی: ١/٨٠

١٥٦۔ کتاب الإختیار: ١/٥٧

١٥٧۔ کتاب الإختیار لتعلیل المختار، المجلد (١)، کتاب الصلاۃ، ص ٥٧

اور عصر کو اس کے اول وقت میں مقدم کرے۔

ہاں ہمارے فقہاء کرام نے بوقت ضرورت امام شافعی کے مذہب کی تقلید کی اجازت دی ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و لا بأس بالتقليد عند الضرورة لكن بشرط أن يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الإمام (۱۵۸)

یعنی، بوقت ضرورت تقلید کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے ان تمام شرائط کا التزام کرے جسے امام (یعنی امام شافعی) نے واجب کیا ہے۔

اور مخدوم عبدالواحد سیوستانی متوفی ۱۲۲۴ھ نقل کرتے ہیں:

و لا بأس بالتقليد عند الضرورة لكن يشترط أن يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الإمام (۱۵۹)

یعنی، اور بوقتِ ضرورت (مذہب غیر کی) تقلید کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اس تمام کا التزام کرے جسے اس امام نے واجب کیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی شرائط ہیں جسے امام شافعی نے واجب کیا ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقد شرط الشافعي لجمع التقديم ثلاثة شروط: تقديم الأولىٰ، نية الجمع قبل الفراغ منها، و عدم الفصل بينهما بما يعد فاصلاً عرفاً، و لم يشترط في جمع التأخير سوى نية الجمع قبل خروج الأولى، "نهر" و يشترط أيضاً أن يقرأ الفاتحة في الصلاة و لو مقتدياً، و أن يعيد الوضوء من مسّ فرجه أو

۱۵۸۔ الدر المختار: ۱/ ۳۸۲۔۳۸۳

۱۵۹۔ فتاوی واحدی: ۱/ ۸۰

أجنبيّةً و غير ذلك من الشروط و الأركان المتعلقة بذلك الفعل (۱۶۰)

یعنی، جمع تقدیم کے لئے امام شافعی کی تین شرائط ہیں: پہلی کو مقدم کرے، اس میں جمع کی نیت کرنا اس سے (یعنی پہلی سے) فارغ ہونے سے قبل، اور ان دونوں کے درمیان ایسے فعل سے فصل نہ کرنا جس فعل کو عُرف میں فاصل شمار کیا جاتا ہے، اور جمع تأخیر میں کوئی شرط نہیں سوائے پہلی نماز سے فارغ ہونے سے قبل دوسری کی نیت کرنے کے "نہر"۔ اور یہ بھی شرط کیا گیا نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھے اگرچہ مقتدی ہو، اور یہ کہ جو شخص شرمگاہ کو چُھو لے یا کسی اجنبیہ عورت کو چُھو لے وہ وضو دوبارہ کرے اور اس کے علاوہ اور شروط اور ارکان جو اس فعل سے متعلق ہیں۔

اور مخدوم عبدالواحد سیوستانی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

قالوا شروط التقديم ثلاثة البداية بالأولى و نية الجمع بينهما و محل هذه النية عند التحريم أعني في الأولى و يجوز في إثنائها على الأظهر و لو نوى مع السلام منها جاز على الأصح و الموالاة بأن لا يطول بينهما فصل فإن طال وجب تأخير الثانية إلى وقتها الخ "بحر"۔ و يجوز بشرط العذر و الترتيب و منه الجمع و المواصلة بينهما و أن لا يتنفل بينهما بنفل و لا غيره إلا أن يقيم لها فإنه جائز الخ فتاوى وزيرى۔ فالحاصل أن الجمع بعذر المطر عند الضرورة و أن كان لا بأس فيه بتقليد الإمام الشافعي لكنّه مشروط بإلتزام شرائط الجمع (۱۶۱)

یعنی، انہوں نے کہا کہ تقدیم کی شرطیں تین ہیں (۱) پہلی نماز سے شروع

۱۶۰۔ رد المحتار: ۱/ ۳۸۲۔۳۸۳

۱۶۱۔ فتاوی واحدی، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، فائدۃ، ص ۸۰

کرنا، (۲) اور ان دونوں میں جمع کی نیت کرنا اور اس کی نیت کا محل
تحریمہ کے وقت ہے، میری مراد ہے کہ پہلی نماز میں تحریمہ کے وقت جمع
کی نیت کرنا۔ اور دورانِ نماز جمع کی نیت کرنا اظہر قول کے مطابق جائز
ہے اور اگر (پہلے فرض کے) سلام کے وقت (جمع کی) نیت کی تو اصح
قول کے مطابق جائز ہے۔ (۳) اور موالات (یعنی پے در پے کرنا)
اس طرح کہ ان دونوں کے مابین طویل فصل نہ کرے اور اگر فصل کو
طویل کیا تو دوسرے فرض کی تاخیر اس کے وقت تک کرنا ہوگی (یعنی پھر
اُسے اپنے وقت میں ہی پڑھنا ہوگا) الخ، "بحر"۔ اور بشرطِ عذر جائز
ہے، اور ترتیب ہے (یعنی ترتیب سے پڑھے کہ پہلی کو پہلے دوسری کو بعد
میں ادا کرے) اور اسی سے ان دونوں کے مابین جمع اور مواصلت ہے
اور وہ یہ کہ ان دونوں کے مابین نفل وغیرہ نہ پڑھے مگر یہ کہ اس کے لئے
اقامت ہو جائے تو جائز ہے الخ "فتاوی وزیری"۔ تو حاصل کلام یہ
ہے کہ جمع بعذرِ بارش عند الضرورت ہے، اور اگر عذر ہو تو اس میں امام
شافعی کی تقلید کرنے میں حرج نہیں لیکن وہ (جواز) جمع کی شرائط کا
التزام کرنے کے ساتھ مشروط ہے۔

لیکن ہمارے فقہاء کرام کے مُتون کا اطلاق جمع بین الصلاتین کے عدم جواز پر دلالت
کرتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں مُتون کی عبارات سے واضح ہے اور مُتون کا اطلاق ہی
راجح ہوتا ہے، چنانچہ مخدوم سیوستانی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

ثم لا یخفی أن إطلاق متن الکنز و التنویر و غیرهما یأبی عن
جواز الجمع مطلقاً سواء کان بتقلید و غیره و صرّحوا بترجیح
إطلاق المتون فعلی هذا لا یجوز الجمع فی المطر أصلاً و لو
عند الضرورة و التقلید و رعایته الشروط۔ واللہ أعلم(۱۶۲)

۱۶۲۔ فتاوی واحدی: ۱/ ۸۰

یعنی، پھر یہ مخفی نہیں کہ "کنز الدقائق" اور "تنویر الأبصار" کے متن کا
اطلاق جمع بین الصلاتین کے جواز کا مطلقاً انکار کرتا ہے چاہے (کسی
امام کی) تقلید کرتے ہوئے ہو یا تقلید کرتے ہوئے نہ ہو۔ اور فقہاء کرام
نے اطلاقِ مُتون کی ترجیح کی صراحت کی ہے تو اس بناء پر بارش میں اصلاً
جمع بین الصلاتین جائز نہیں اگرچہ بوقتِ ضرورت ہو اور (امام شافعی
کی) تقلید میں ہو اور شروطِ جمع کی رعایت کرتے ہوئے ہو۔

یہ تو تھا عند الضرورت کا حکم، اب ہوائی جہاز میں جب علماء کرام نے فرض نماز کے جواز
کا فتویٰ دیا ہے تو اس سفر کے لئے جمع تقدیم ہو یا تاخیر ہو، جمع کی اصلاً کوئی ضرورت ہی نہ
رہی۔ لہٰذا جن حنفی علماء کے نزدیک بوقتِ ضرورت امام شافعی کی تقلید کرتے ہوئے جمع بین
الصلاتین جائز ہے ان کے نزدیک بھی یہاں جمع بین الصلاتین جائز نہیں کیونکہ ضرورت نہیں
ہے اور خود شافعی المذہب کے حق میں بھی ہوائی سفر کے لئے جمع بین الصلاتین جائز نہیں کیونکہ
ان کے ہاں جواز دیگر شرائط کی طرح شرطِ ضرورت کے ساتھ مقید ہے اور یہاں ضرورت ہی
نہیں۔ لہٰذا ان علماء کا فعل جواز کی دلیل نہیں ہے۔

اور اگر ضرورت ہو اور حنفی جمع بین الصلاتین کرے تو اُسے امام شافعی کے نزدیک جمع
بین الصلاتین کی جو شرطیں ہیں ان کی رعایت کرنا لازم ہوگا۔ اور علماء کرام اگر علی الاعلان
اپنے مذہب کے خلاف پر عمل کریں تو ان پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ نماز پڑھنے والے حنفی
عوام المسلمین کو اس بارے میں بتائیں کہ ہمارے مذہب میں ایسا کرنا جائز نہیں، صرف امام
شافعی کے مذہب میں اس کی اجازت ہے اور ضرورتِ شرعی کے پائے جانے کے وقت
دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کی ہمارے فقہاء نے اجازت دی ہے اور ضرورت ایسی
ہو جسے شرعِ مطہرہ میں ضرورت قرار دیا جا سکے جیسے یہاں ضرورت یہ ہے کہ اگر ہم جمع بین
الصلاتین نہیں کرتے تو نماز فوت ہو جائے گی۔ تا کہ عوام اسے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب
نہ سمجھ لیں اور ان کے اندر ہمارے امام کی تقلید غیر ضروری ہونے کی سوچ پیدا نہ ہو جائے اور وہ

محض اپنی آسانی اور سہولت کے لئے دیگر ائمہ کرام کے مذہب پر عمل کرنے لگ جائیں۔ یا وہ تقلید کو غیر ضروری سمجھنے نہ لگ جائیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ١٥ ذی القعدۃ ١٤٢٧ھ، ٧ دیسمبر ٢٠٠٦ م (273-F)

شہر کے کسی ہوٹل میں جمعہ قائم کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج جمعہ کا دن ہے اور ہم لوگ مکہ میں مقیم ہیں کہ منیٰ روانگی سے نصف ماہ قبل سے مکہ میں موجود ہیں اور ہم نے مکہ مکرمہ آتے ہی اقامت کی نیت بھی کر لی تھی اب ہم جمعہ یہاں کے امام کی اقتداء میں ادا نہیں کر سکتے تو کسی ہوٹل وغیرہ میں اپنا جمعہ قائم کر سکتے ہیں، جب کہ قانوناً ممنوع ہونے کی وجہ سے پوشیدہ رکھنا پڑے گا کہ اگر ان کو خبر ہو گی تو جیل ہو گی؟

ایک گروہ کسی اسلامی شہر گیا اور اس گروہ نے اقامت کی نیت بھی کر لی، اب جمعہ کا دن آیا بسیار تلاش کے باوجود انہیں صحیح العقیدہ سُنّی امام میسر نہیں آتا کہ جس کی اقتداء میں نمازِ جمعہ ادا کریں تو کیا ایسی صورت میں وہ کسی ہوٹل وغیرہ میں جمعہ کی نماز قائم کر سکتے ہیں جب کہ وہاں کی حکومت کی طرف سے ایسا کرنا ممنوع ہو کہ اگر حکومت کو خبر ہو گئی تو پکڑے جانے کا قوی امکان ہے۔ اس لئے اگر وہ جمعہ قائم کریں گے تو ان کو پوشیدہ رکھنا ہو گا جیسے دروازے بند کر کے یا کسی کو باہر کھڑا کر کے جو کسی انجان آدمی کو اندر نہ آنے دے وغیرہ اور اگر انہوں نے اس طرح جمعہ نماز ادا کی تو ان کی یہ نماز ہو گی یا انہیں ظہر نماز پڑھنی ہو گی۔ اسی طرح ایسی صورت میں عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے؟

(السائل محمد فاروق بن عبد الرحیم، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ہوٹل میں جمعہ قائم نہیں کیا جا سکتا ہے اور اگر قائم کر لیا تو جمعہ ادا نہ ہو گا کیونکہ جمعہ پڑھنے کے لئے کچھ شرطیں

ہیں، ان میں سے ایک شرط بھی نہ ہو گی تو جمعہ ادا نہیں ہو گا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی حنفی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:

> جمعہ پڑھنے کے لئے چھ شرطیں ہیں کہ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو ہو گا ہی نہیں۔ (١٦٣)

ان میں چھٹی اور آخری شرط اِذنِ عام کا پایا جانا ہے اور یہاں اس صورت میں جمعہ ادا کرنے میں یہ شرط نہیں پائی جاتی لہٰذا جمعہ نہیں ہو گا، چنانچہ علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ٧١٠ھ لکھتے ہیں:

> شرط أدائها المصر و الخطبة و الجماعة و الإذن العام ملخصاً (١٦٤)
>
> یعنی، ادائیگی جمعہ کی شرط مصر، خطبہ، جماعت اور اِذن عام ہے۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ١٠٦٩ھ لکھتے ہیں:

> و يشترط لصحتها ستة أشياء المصر أفناؤه ...... و الإذن العام (١٦٥)
>
> یعنی، اور جمعہ کی صحت کے لئے چھ چیزیں شرط کی جاتی ہیں، مصر یا فنا مصر ...... اور اِذنِ عام۔

اور اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

> كذا في "الكنز" لأنها من شعائر الإسلام، و خصائص الدين، فلزم إقامتها على سبيل الإشتهار، و العموم (١٦٦)
>
> یعنی، اسی طرح "کنز الدقائق" میں ہے کیونکہ شعارِ اسلام اور خصائصِ دین سے ہے تو اسے علی سبیل الاشتہار اور عموم قائم کرنا لازم ہے۔

اور علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ١٠٠٥ھ لکھتے ہیں:

١٦٣۔ بہارِ شریعت، ١/٣٠٣

١٦٤۔ کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ

١٦٥۔ نور الإیضاح

١٦٦۔ مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ ص ٢٩٦۔ ٢٩٨

حتی لو غلق بابه و صلی بأتباعه لا تجوز، ولو أذن للناس بالدخول فیه جاز (١٦٧)

یعنی، حتی کہ اگر اپنا دروازہ بند کرلیا اور اپنے اتباع کے ساتھ نماز جمعہ پڑھی تو جائز نہ ہوئی اور اگر لوگوں کو داخل ہونے اجازت دے دی تو جائز ہے۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی لکھتے ہے:

حتی لو غلّق الإمام باب قصره أو المحل الذی یصلّی فیه بأصحابه لم یجز و إن أذن للناس بالدخول فیه صحت الخ (١٦٨)

یعنی، امام نے اگر اپنے محل یا جس جگہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس کا دروازہ بند کرلیا تو جائز نہ ہوا اور اگر لوگوں کو آنے کی اجازت دے دی تو نماز صحیح ہوگئی۔

اسی طرح علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۶۵ھ نے "صغیری شرح منیة المصلّی" (١٦٩) میں لکھا ہے۔

چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی حنفی "فتاویٰ هندیه" (١٧٠) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

(٦) اِذنِ عام یعنی مسجد کا دروازہ کھول دیا جائے کہ جس مسلمان کا جی چاہے آئے کسی کو روک ٹوک نہ ہو۔ اگر جامع مسجد میں جب لوگ جمع ہو گئے دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھا نہ ہوا۔ (۱۷۱)

اسی وجہ سے شہر میں فوجی اڈوں اور دیگر ایسے اداروں میں جہاں مذکور شرط مفقود ہوتی ہے جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہوتا اور اگر قائم کیا تو جمعہ نہ ہوگا کیونکہ وہاں عوام کو داخلے کی اجازت

١٦٧۔ النهر الفائق، المجلد (١)، کتاب الصلاة، باب الجمعة ص ٣٦٠

١٦٨۔ مراقی الفلاح، ص٢٩٨

١٦٩۔ منیة المصلّی و غنیة المبتلی، فصل فی صلاة الجمعة، ص ١ ٣٣

١٧٠۔ الفتاویٰ الهندیة المجلد (١)، کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص١٤٨

١٧١۔ بہارِ شریعت، جلد (١)، حصہ چہارم، جمعہ کا بیان، ص٣٠٦

نہیں ہوتی اور ان مقامات پر عیدین کا بھی وہی حکم ہے جو نماز جمعہ کا ہے۔

لہٰذا ہر شہر کہ جہاں صحیح العقیدہ امام نہ ملنے کی وجہ سے جمعہ نہ ملے اور وہاں خود بھی مشروع طریقے پر جمعہ قائم نہ کیا جا سکے تو وہاں نماز ظہر پڑھنی ہوگی۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٢٤ ذی القعدة ١٤٢٧ھ، ١٥ دیسمبر ٢٠٠٦ م (293-F)

قضاء نمازوں کی ادائیگی میں ترتیب کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس پر مہینوں یا سالوں کی نمازیں باقی ہوں اور وہ ان کی قضاء کرے تو قضاء میں نمازوں کو ترتیب وار پڑھنا ضروری ہے یا بلا ترتیب بھی پڑھ سکتا ہے کہ پہلے ساری فجر کی نمازیں پڑھے پھر ظہر کی ایک ساتھ پڑھے؟

(السائل: سید اللہ رکھا، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالی و تقدس الجواب: فقہاء کرام نے فرمایا کہ قضاء نمازوں کی ترتیب اسی طرح واجب ہے جس طرح وقتی اور قضاء میں ترتیب واجب ہے، چنانچہ امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و نرتّب الفوائت (مجمع البحرین)

یعنی، فوت شدہ نمازوں کو ہم ترتیب وار کرتے ہیں۔

اور اس کے تحت ابن ملک لکھتے ہیں:

یعنی نوجب الترتیب بین الفوائت و بینها و بین الوقتیة (١٧٢)

یعنی، ہم فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کو واجب قرار دیتے ہیں اور فوت شدہ اور وقتی نمازوں میں (بھی ترتیب واجب قرار دیتے ہیں)

اور علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

١٧٢۔ حاشیة مجمع البحرین، کتاب الصلاة، فصل فی قضاء الفوائت، ص ١٤١

و الترتیب بین الفائتة، و الوقتیة و بین الفوائت مستحق (۱۷۳)

یعنی، فوت شدہ نمازوں اور وقتی نمازوں میں ترتیب واجب ہے۔

اس کی دلیل میں فقہاء کرام غزوۂ خندق میں نبی ﷺ کا فعل بیان کرتے ہیں، چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و رتّب النبی ﷺ قضاء الفوائت یوم الخندق (۱۷٤)

یعنی، نبی ﷺ نے یوم خندق فوت شدہ نمازوں کو ترتیب وار قضاء فرمایا۔

اس کے تحت علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

ھذا دلیل علی الترتیب بین الفوائت

یعنی، یہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کی دلیل ہے۔

اور لکھتے ہیں:

و الحاصل أنه لم یثبت عنه ﷺ تقدیم صلاة علی ما قبلها أداءً و قضاءً

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ نمازوں کو اداء کرنے یا قضاء کرنے میں نبی ﷺ سے کسی نماز کو اس سے قبل والی نماز سے مقدم کرنا ثابت نہیں ہے۔

لو کان الترتیب مستحباً کما قال بعض الأئمة لترکه ﷺ مرّة بیاناً للجواز و لم ینقل و لا نقل أیضاً عن أحد من الصحابة قولاً، ولا فعلاً، و روی أنه ﷺ شغله المشرکون عن أربع صلوات یوم حفر الخندق حتی ذھب من اللیل ما شاء الله تعالی فأمر بلالاً فأذن ثم أقام فصلّی الظھر، ثم أقام فصلی العصر، ثم أقام فصلی المغرب، ثم أقام فصلی العشاء (۱۷۵)

۱۷۳۔ کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت

۱۷٤۔ مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت

۱۷۵۔ حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، ص ٤٤١

یعنی، اگر ترتیب مستحب ہوتی جیسا کہ بعض ائمہ نے فرمایا تو آپ ﷺ بیان جواز کے لئے ایک بار ترک فرماتے اور (ایسا) منقول نہیں ہے اور صحابہ کرام سے بھی نہ قولاً منقول ہے اور نہ فعلاً، اور مروی ہے کہ آپ ﷺ کو خندق کھودنے کے دن مشرکین نے چار نمازوں سے مشغول کر دیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا رات کا حصہ گزر گیا تو آپ نے حضرت بلال کو حکم فرمایا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی اور ظہر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی اور عصر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی اور مغرب کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی اور عشاء کی نماز پڑھی۔

اور فوت شدہ نماز میں ترتیب کا واجب ہونا ان فوت شدہ نمازوں میں ہے جو قلیل ہوں چنانچہ "کنز الدقائق" کی عبارت "و الترتیب بین الخ" کے تحت علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

الترتیب بین الصلاة الفائتة الوقتیة و الترتیب أیضاً بین الفائتة القلیلة علی ما سیأتی مستحق أی واجب کذا فی "المعراج" و غیرہ (۱۷٦)

یعنی، ترتیب فوت شدہ اور وقتیہ نمازوں میں اور ترتیب فوت شدہ قلیل نمازوں میں واجب ہے اسی طرح "معراج" وغیرہ میں ہے۔

اور قلیل سے مراد یہ ہے کہ فوت شدہ نمازیں چھ نہ ہوئی ہوں اور جب چھ ہو جائیں تو ان میں ترتیب ساقط ہو جائے گی، چنانچہ علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

و یسقط أیضاً الترتیب بین الفائتة و الوقتیة و بین الفوائت بصیرورة الفوائت ستًا و ذلك بخروج وقت السادسة علی الأصح لدخولها حینئذٍ فی حدّ التکرار الموجب السقوط دفعاً للحرج (۱۷۷)

۱۷٦۔ النھر الفائق: ۱/ ۳۱٦

۱۷۷۔ النھر الفائق، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، ص ۲۱۷

یعنی، ترتیب فوت شدہ اور وقتیہ نمازوں میں اور فوت شدہ نمازوں میں ساقط ہو جاتی ہے، فوت شدہ نمازوں کے چھ ہو جانے سے اور اصح قول کے مطابق یہ (ترتیب کا سقوط) چھٹی کا وقت نکل جانے سے ہے کیونکہ اس وقت وہ تکرار کے حد میں داخل ہو گئیں، دفعِ حرج کے لئے سقوط واجب ہے۔

لہٰذا وہ شخص کہ جس کے ذمے کثیر نمازیں باقی ہوں تو وہ ان کی قضاء کرتے ہوئے بلا ترتیب بھی پڑھ سکتا ہے جیسے پہلے ساری فجر کی نمازیں پڑھ لے، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشاء اور وتر، البتہ ترتیب وار پڑھنا افضل ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ ذی القعدۃ ۱٤۲۷ھ، ۲۰ دیسمبر ۲۰۰٦ م (303-F)

مطاف میں نمازی کے آگے سے گزرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مطاف میں نمازی نماز پڑھ رہے ہوں اُن کے آگے سے طواف کی تو اجازت ہے مگر ویسے گزرنے کا حکم کیا ہے؟

(السائل: محمد عرفان وقاری، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے مطاف میں نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنے کے جواز کی تصریح فرمائی ہے، چنانچہ سید محمد ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

وقال ثم رأیت فی "البحر العمیق" حکی عز الدین بن جماعۃ عن "مشکلات الآثار للطحاوی": أن المرور بین یدی المصلی بحضرۃ الکعبۃ یجوز، قلت: و ھذا فرع غریب فلیحفظ (۱۷۸)

یعنی، میں نے "بحر العمیق" میں دیکھا، "مشکلات الآثار للطحاوی" سے عز الدین بن جماعہ سے روایت ہے: کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے، میں کہتا ہوں: یہ فرع غریب ہے چاہئے کہ اسے یاد کرے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی کے فرزند علامہ سید علاؤ الدین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و لا یمنع المارّ، من الطائفین بین یدی المصلّی، و کذا لا یمنع مطلق مارٍّ بین یدی المصلی بحضرۃ الکعبۃ، و یجوز المرور بین یدی المصلی بحضرۃ الکعبۃ (۱۷۹)

یعنی، طواف کرنے والوں میں سے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نہ روکا جائے اور اسی طرح کعبہ کے سامنے نماز پڑھنے کے آگے سے مطلق گزرنے والے کو نہ روکا جائے اور کعبہ کے سامنے نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

یہ مسئلہ کہ نمازیوں کے آگے سے گزرنا گناہ نہیں بلکہ جائز ہے صرف حرم بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔(۱۸۰)

اور دوسرے مقام پر "رد المحتار" کی یہ عبارت نقل فرمائی ہے:

إن المرور بین یدی المصلّی بحضرۃ الکعبۃ یجوز (۱۸۱)

۱۷۸۔ رد المحتار، المجلد (۲)، کتاب الحج، فصل فی الإحرام مطلب: عدم منع المارّ بین یدی المصلّی عند الکعبۃ ص ۵۰۲

۱۷۹۔ الھدیۃ العلائیۃ أحکام الحج، ص ۲۰۱

۱۸۰۔ الحج، مصنفہ محمد سلیمان اشرف، ص ۹۲

۱۸۱۔ الحج، مصنّفہ محمد سلیمان اشرف، ص ۹۵

یعنی،کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۲۲ شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ١٤ نوفمبر ۲۰۰٦ م (243-F)

نمازی کے آگے سے گزرنا اور حرم مکہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت ہے جب کہ مطاف میں لوگوں کو اس وقت بڑی پریشانی سے دوچار ہونا پڑتا ہے، جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہو کر مطاف سے باہر جانا چاہتے ہیں اور بعض لوگ تو بلا تأمل نمازیوں کے آگے سے گزر جاتے ہیں، کیا کسی مذہب میں اس کی اجازت ہے اور ہمارے مذہب حنفی میں اس مسئلہ کا حل کیا ہے اور اگر جائز ہے تو کسی فقیہ کا جواز میں صریح قول منقول ہے، ممانعت میں وارد احادیث کا کیا جواب دیا جائے گا؟ نیز مسعیٰ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا حکم کیا ہے؟ اگر چہ آپ کا اس موضوع پر ایک فتویٰ نظر سے گزرا ہے مگر بعض علماء طواف کرنے والوں کے سوا دوسروں کو نمازی کے آگے سے گزرنے کی اجازت نہیں دیتے، اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(السائل:محمد عرفان ضیائی،نور مسجد،مٹھادر،کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مطاف میں لوگ اوقاتِ جماعت کے علاوہ مختلف اوقات میں فرداً فرداً نماز پڑھتے ہیں اور کبھی کبھار چند افراد مل کر با جماعت نماز بھی ادا کرتے ہیں اور اس حال میں نماز ختم کرنے کے بعد انہیں مطاف سے باہر آنے میں دُشواری ہوتی ہے اور اسی طرح ذکر و اذکار میں مشغول افراد اپنے اذکار و معمولات سے فارغ ہو کر اور طواف پورا کرنے والے نمازِ طواف پڑھنے کے بعد مطاف سے باہر نکلنے میں پریشان ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہم نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت اور رُخصت میں وارد احادیث

نبویہ علیہ التحیۃ والثناء اور اس باب میں واقع کلام فقہاء کی روشنی میں اَنام کے ابتلائے عام کا حل تلاش کرتے ہیں، سب سے پہلے ممانعت میں وارد چند احادیث ذکر کرتے ہیں، چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا أبو معمر، حدثنا عبدالوارث، حدثنا یونس، عن حُمید بن هلال عن أبی صالح: عن أبی هریرة، قال: قال النّبیّ ﷺ: "إِذَا مَرَّ بَیْنَ یَدَیِ أَحَدِکُمْ شَیْئٌ، وَ هُوَ یُصَلِّیْ، فَلْیَمْنَعْهُ، فَإِنْ أَبی فَلْیَمْنَعْهُ، فَإِنْ أَبی فَلْیُقَاتِلْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ الشَّیْطَانُ" و طرفه فی:۵۰۹ (۱۸۲)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو معمر نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبد الوارث نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے یونس نے، وہ روایت کرتے ہیں حُمید بن بلال نے، وہ ابو صالح سے، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی شئے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اُسے چاہئے کہ اُسے روک دے، پس وہ اگر انکار کرے تو اُسے چاہیے کہ اُسے روک دے، پس وہ اگر انکار کرے تو چاہئے کہ اُسے روک دے، پھر وہ اگر انکار کرے تو چاہئے کہ اس سے لڑے، پس وہ صرف شیطان ہے"۔

اور علامہ ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد ابن شاہین بغدادی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدّثنا عبدالله بن سلیمان بن أشعث، قال: حدّثنا هارون بن سلیمان الخزاز، قال: حدّثنا أبو بکر الحنفی، قال: حدّثنا الضحاك بن عثمان، قال: حدّثنا صدقة بن یسار، عن ابن عمر،

۱۸۲ـ صحیح البخاری، کتاب (۵۹) بدء الخلق، باب صفة أبلیس وجنوده، ص۳٤۹، الحدیث:۳۲۷٤

قال: قال رسول الله ﷺ: "إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ، وَ لَا يَدَعْ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ" (١٨٣)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن سلیمان بن اشعث، انہوں نے فرمایا کہ حدیث بیان کی ہم سے ہارون بن سلیمان الخزاز نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابو بکر حنفی نے، وہ فرماتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے ضحاک بن عثمان نے، وہ فرماتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے صدقہ بن یسار نے، وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اُسے چاہئے کہ وہ ایسی چیز کی طرف نماز پڑھے جو اس کے لئے سُترہ ہو اور وہ کسی کو نہ چھوڑے کہ وہ اس کے آگے سے گزرے، پس اگر وہ انکار کرے تو اس سے لڑے''۔

اسی طرح نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت پر احادیث متعدد مُحدِّثین کی روایت سے بکثرت کُتُبِ احادیث میں مذکور ہیں۔

اور رُخصت میں وارد حدیث حضرت مطلب بن ابی وَدَاعہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جیسے مُحدِّثین کرام نے اپنی اپنی اسناد سے صحاح، سُنن، جوامع اور مسانید وغیرہا میں روایت کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدّثنا أحمد بن حنبل، حدّثنا سفیان بن عیینة، حدثنی کثیر بن کثیر بن المطلب بن أبی وَدَاعَة، عن بعض أهله، عن جده، أنه رأى النبی ﷺ: "يُصَلِّيْ مِمَّا يَلِيْ بَابَ بَنِيْ سَهْمٍ، وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ"، قال سفیان: "لَيْسَ بَيْنَهُ

١٨٣ـ كتاب ناسخ الحديث و منسوخه كتاب الصلاة، باب فی سترة المصلّی، ص٢١٢

وَ بَيْنَ الْكَعْبَةِ سُتْرَةٌ"۔ و اللفظ لأبی داؤد (١٨٤)

یعنی، ہم سے امام احمد بن حنبل نے حدیث بیان کی، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ کہتے ہیں حدیث بیان کی مجھے کثیر بن کثیر بن عبد المطلب بن اَبی وَدَاعہ نے وہ اپنے بعض اہل سے روایت کرتے ہیں، وہ ان کے دادا (مطلب بن اَبی وداعہ) سے کہ ''انہوں نے باب بنی سہم کے قریب نبی ﷺ کو اس حال میں نماز ادا فرماتے دیکھا کہ لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور ان کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''۔ سفیان نے فرمایا کہ ''آپ ﷺ اور کعبہ معظّمہ کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''۔

اور امام ابو بکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی متوفی ۲۱۹ھ روایت کرتے ہیں:

قال: ثنا سفیان، قال ثنی کثیر بن کثیر بن المطلب، عن بعض أهله، أنه سمع جده المطلب بن أبی وَدَاعَة، يقول: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ مِمَّا يَلِيْ بَابَ بَنِيْ سَهْمٍ، وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطُّوَافِ سُتْرَةٌ" (١٨٥)

یعنی، فرمایا حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھ سے کثیر بن کثیر بن المطلب نے اپنے بعض اہل سے کہ انہوں نے ان کے دادا مطلب بن ابی وَدَاعہ کو سُنا فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو باب بنی سہم کے پاس نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے جب کہ آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین سترہ نہ تھا''۔

١٨٤ـ المسند لأحمد (٣٩٩/٦)، المجلد (٤٥)، حديث مطلب بن أبی وداعة ص٢١٨، الحديث: ٢٧٢٤١، ٢٧٢٤٢

١٨٥ـ المسند الحميدی، المجلد (١)، حديث المطلب بن وَدَاعَة رضی الله عنه ص٢٦٣، الحديث: ٥٧٨

مندرجہ بالا روایت اور "سنن نسائی" کی روایت اور دیگر روایات میں لفظ "الطواف" آیا ہے اس کے اعراب کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قوله: "بين الطواف" فى رواية النسائى، بفتح الطاء، و تخفيف الـواو، و قد ضبطه بعضهم من أفاضل المحدّثين بضم الطاء، و تشـديـد الـواؤ، و أراد بـه جمع طائف، و لكل منها وجه والله أعلم (١٨٦)

یعنی، امام نسائی کی روایت میں راوی کا قول "بین الطواف" طاء کی فتح (زبر) اور واؤ کی تخفیف (یعنی بلا تشدید زبر) کے ساتھ (یعنی، الطَّوَاف) ہے اور محدّثین میں سے بعض افاضل نے اسے ضم طاء (طاء کی پیش) اور واؤ کی تشدید کے ساتھ ضبط کیا ہے (یعنی، الطُّوَّاف پڑھا ہے) اور انہوں نے اس سے طائف (طواف کرنے والا) کی جمع کا ارادہ کیا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک وجہ ہے۔ واللہ اعلم

اور امام احمد اور امام ابو داؤد حدیثِ مطلب کے تحت لکھتے ہیں:

قـال سـفيـان: كان ابن جريج أخبرنا عنه، قال: أخبرنا كثير بن كثيـر، عـن أبيه، قال: فسألتُه فقال: ليس من أبى سمعتُه، لكن من بعض أهلى عن جدّى (١٨٧)

یعنی، سفیان فرماتے ہیں کہ ابن جریج نے ہمیں اُن سے (یعنی کثیر بن کثیر سے) خبر دی تھی، فرمایا کہ ہمیں خبر دی کثیر بن کثیر نے اپنے باپ

١٨٦ـ نخب الأفكار: ٤/ ٢٢٤

١٨٧ـ سنـن أبى داؤد، الـمـجـلـد (٢)، كتاب (٥) المناسك، باب (٨٩) فى مكة ص ٣٥٤ـ٣٥٥، الحديث: ٢٠١٦

(کثیر بن مطلب بن ابی وَدَاعہ) سے، فرماتے ہیں تو میں نے اُن سے (یعنی کثیر بن کثیر سے) اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے اِسے اپنے باپ (کثیر بن مطلب بن ابی وَدَاعہ) سے نہیں سُنا لیکن میں نے اس حدیث کو اپنے بعض اہل (یعنی گھر والوں) سے سُنا جنہوں نے میرے دادا سے روایت کیا۔

اور امام ابو بکر عبداللہ بن الزبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ نے بھی یہی لکھا اور ان کے الفاظ یہ ہیں:

قـال سـفيـان: و كان ابن جريج حدّثنا أولاً عن كثير، عن أبيه، عـن الـمـطـلـب، فـلـمـا سألتُه عنه، قال: ليس هو عن أبى، إنما أخبرنى بعض أهلى، أنه سمعه من المطلب (١٨٨)

حدیث شریف کے انہی الفاظ کو امام عز الدین بن جماعہ الکنانی متوفی ۷۶۷ھ نے "هِداية السالك" (١٨٩) میں نقل کیا ہے۔

اس حدیث میں باب بنی سہم کا ذکر ہے جو کہ اب بابُ العُمرہ کے نام سے معروف ہے، چنانچہ امام عز الدین بن جماعہ الکنانی متوفی ۷۶۷ھ لکھتے ہیں:

باب بنى سهم هو الذى يقال له اليوم باب العمرة (١٩٠)

یعنی، بابِ بنی سہم وہی ہے جسے آج بابُ العُمرہ کہا جاتا ہے۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا أحمد بن داؤد بن موسىٰ، قال: حدثنا إبراهيم بن بشار، قـال: ثـنـا سـفيان، قال سمعتُ ابن جريج يحدّث عن كثير بن كثير، عن أبيه، عن جده المطلب بن أبى وَدَاعَةَ فذكر مثله، غير

١٨٨ـ المسند الحميدى: ١/ ٦٦٣

١٨٩ـ هداية السالك إلى مذاهب الأربعة فى المناسك، المجلد (١)، ص ٧٤

١٩٠ـ هِداية السالك: ١/ ٧٤

أنه قال: لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطُّوَافِ سُتْرَةٌ" (۱۹۱)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے احمد بن داوٗد بن موسیٰ نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن بشار نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن جریج کو حدیث بیان کرتے سُنا، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا مطلب بن ابی وَدَاعَہ سے، اس حدیث کو سابقہ حدیث کی مثل ذکر کیا سوائے اس کے کہ کہا کہ "آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سترہ نہ تھا"۔

اس حدیث کے تحت علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

هذا إسناد حسن جيّد (۱۹۲)

یعنی، یہ سند حسن جید ہے۔

اور اس روایت کے تحت امام طحاوی حنفی لکھتے ہیں:

قال: سفيان، فحدّثنا كثير بن كثير بعد ما سمعتُه من ابن جريج، قال: أخبرني بعض أهلي و لم أسمعه من أبي (۱۹۳)

یعنی، سفیان نے فرمایا اس حدیث کو میں نے ابن جریج سے سُنا تھا اس کے بعد کثیر بن کثیر نے ہم سے حدیث بیان کی، فرمایا کہ خبر دی مجھے

۱۹۱۔ شرح معاني الآثار (۱)، كتاب الصلاة، باب المرور بين يدي المصلّي الخ، ص ٤٦١، الحديث:۲٥۸۸

أيضاً تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار: ۲/ ۳۰٥، برقم:۹٤۹

أيضاً الحاوي في بيان آثار الطحاوي: ۲/ ٥۷۱

۱۹۲۔ نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار، المجلد (٤)، كتاب الصلاة، باب المرور الخ، ص ٤٤۳

۱۹۳۔ شرح معاني الآثار:۱/ ٤٦١

أيضاً تحفة الأخيار: ۲/ ۳۰٥

أيضاً الحاوي في بيان آثار الطحاوي: ۲/ ٥۷۱

میرے بعض اہل نے اور اسے میں نے اپنے باپ (کثیر بن المطلب) سے نہیں سُنا۔

امام بیہقی لکھتے ہیں:

قال سفيان، فذهبت إلى كثير فسألتُه، قلتُ: حديث تحدّثه عن أبيك، قال: لم أسمعه من أبي حدّثني بعض أهلي عن جدّي المطلب، قال علي: قوله: لم أسمعه من أبي شديد على ابن جريج، قال أبو سعيد عثمان يعني ابن جريج لم يضبطه، قال الشيخ: و قد قيل عن ابن جريج، عن كثير، عن أبيه، قال: حدّثني أعيان بني المطلب، عن المطلب، ورواية ابن عيينة أحفظ (۱۹٤)

یعنی، سفیان نے فرمایا میں کثیر کے پاس گیا اور ان سے (اس حدیث کے متعلق) پوچھا، میں نے کہا (یہ) حدیث اِسے آپ اپنے باپ سے روایت کرتے ہو، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اس حدیث کو میں نے اپنے باپ سے نہیں سُنا، مجھے میرے بعض اہل نے میرے دادا مطلب سے روایت کیا ہے، اور علی (بن المدینی) نے فرمایا کہ کثیر بن کثیر کا یہ کہنا کہ میں نے اسے اپنے باپ سے نہیں سنا ابن جریج پر شدید ہے، فرمایا: ابن جریج نے اسے ضبط نہیں کیا، شیخ نے فرمایا کہ سند میں یوں بھی کہا جاتا ہے از ابن جریج از کثیر، از ابیہ، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھے اعیان بن المطلب نے مطلب سے، اور ابن عیینہ کی روایت أحفظ ہے۔

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

أخبرنا إسحاق بن إبراهيم، قال: أنبأنا عيسىٰ بن يونس قال: حدّثنا عبدالملك بن عبد العزيز بن جريج، عن كثير بن كثير،

۱۹٤۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۲/ ۳۸۳

عن أبيه، عن جدّه، قال: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ بِحِذَائِهِ فِيْ حَاشِيَةِ الْمَقَامِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطُّوَّافِ أَحَدٌ" (١٩٥)

یعنی، ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے، وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے کعبہ کا سات پھیرے طواف کیا، پھر اس کے مقابل حاشیۂ مقام میں دو رکعت نماز ادا فرمائی، آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا"۔

اور امام نسائی سے دوسری روایت ہے:

أخبرنا يعقوب بن إبراهيم، عن يحيىٰ، عن ابن جريج، عن كثير بن كثير، عن أبيه، عن المطلب بن أبي وَداعة، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ سُبُعِهِ جَاءَ حَاشِيَةَ الْمَطَافِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَّافِيْنَ أَحَدٌ" (١٩٦)

یعنی، ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، وہ یحییٰ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابن جریج سے وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے وہ مطلب

١٩٥۔ سنن النسائي، الجزء (٢)، كتاب القبلة باب (٩) الرخصة في ذلك ص ٧٣، الحديث: ٧٥٤
أيضاً سنن الكبرىٰ للنسائي، المجلد (١)، أبواب السترة، باب الرخصة في ذلك ص ٢٧٣، الحديث: ٨٣٤

١٩٦۔ سنن النسائي، المجلد (٥)، كتاب مناسك الحج، باب (١٦٢) أين يصلّي ركعتي الطواف، ص ٢٤٢، الحديث: ٢٩٥٦
أيضاً سنن الكبرىٰ للنسائي، المجلد (٢)، كتاب الحج، باب (١٦٢) أين يصلّي ركعتي الطواف، ص ٤٠٨۔٤٠٩، الحديث: ٣٩٥٢/٢

بن وَدَاعہ سے، فرماتے ہیں کہ "میں نے نبی ﷺ کو دیکھا جب کہ آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہوئے حاشیۂ مطاف میں تشریف لائے، پس آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا۔

اور امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ (١٩٧) اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ (١٩٨) روایت کرتے ہیں اور ان سے امام عزالدین بن جماعہ الکنانی ۷۶۷ھ (١٩٩) نقل کرتے ہیں:

حدّثنا أبو بكر بن أبي شيبة، ثنا أبو أسامة، عن ابن جريج، عن كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وَداعة السَّهْمِيّ، عن أبيه، عن المطلب، قال: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ سُبُعِهِ جَاءَ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِالرُّكْنِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فِي حَاشِيَةِ الْمَطَافِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطُّوَّافِ أَحَدٌ"۔ و اللفظ لابن ماجة۔ قَالَ ابن ماجة: هذا بمكة خاصّة

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابواُسامہ نے، وہ ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب بن اَبی وَدَاعہ سہمی سے، وہ اپنے باپ (کثیر بن المطلب) سے، وہ مطلب (بن ابی وَدَاعہ) سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ کو دیکھا جب کہ آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہو کر رُکنِ اسود کے مقابل تشریف لائے پس حاشیۂ

١٩٧۔ سنن ابن ماجة المجلد () كتاب المناسك، باب (٣٣) الركعتين بعد الطواف، ص ٤٤٥، الحديث: ٢٩٥٨

١٩٨۔ المسند: ٣٣٩/٢

١٩٩۔ هداية السالك إلى المذاهب الأربعة في المناسك، المجلد (١)، الباب الأول في الفضائل، ذكر مواضع صلّى فيه النبي ﷺ حول الكعبة الشريفة ص ٧٤

مطاف میں دو رکعت نماز ادا فرمائی، حالانکہ آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا"۔

اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ سے ایک روایت ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے یحیٰ بن سعید نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کہتے ہیں حدیث بیان کی مجھے کثیر ابن کثیر نے اپنے باپ سے، انہوں نے مطلب بن ابی وداعہ سے، انہوں نے فرمایا:

"رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ حِیْنَ فَرَغَ مِنْ أُسْبُوْعِهٖ أَتٰی حَاشِیَةَ الطَّوَافِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ، وَ لَیْسَ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الطُّوَّافِ أَحَدٌ" (۲۰۰)

یعنی، "میں نے نبی ﷺ کو دیکھا جب آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہوئے حاشیۂ طواف میں تشریف لائے، پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی جب کہ آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا"۔

اور امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی سے ایک روایت ہے کہ

حدّثنا یونس، قال حدّثنا سفیان بن عیینة، عن کثیر بن کثیر، عن بعض أهله، سمع المطلب یقول: "رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ وَ مِمَّا یَلِیْ بَابَ بَنِیْ سَهْمٍ و النَّاسُ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ، وَ لَیْسَ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الْقِبْلَةِ شَیْءٌ" (۲۰۱)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے یونس نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے بعض اہل سے کہ اس نے مطلب کو فرماتے سُنا کہ "میں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم (بابُ العُمرہ) کے پاس نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ

۲۰۰۔ المسند: (۶/۳۹۹)۴۵/۲۱۹، برقم: ۲۷۲۴۴

۲۰۱۔ شرح معانی الآثار: ۱/۴۶۱، برقم: ۲۶۵۱

أیضاً تحفة الأخیار: ۲/۳۰۵، برقم: ۹۴۸

أیضاً الحاوی فی بیان آثار الطحاوی، المجلد (۲)، کتاب الصلاة، باب المرور بین الخ، ص ۵۷۱

آپ کے آگے سے گزر رہے تھے جب کہ آپ اور قبلہ کے مابین کوئی شئے نہ تھی"۔

اور امام طحاوی حنفی نے اس حدیث کو مندرجہ ذیل سند سے بھی روایت کیا ہے:

حدّثنا یزید بن سنان، قال حدّثنا یزید بن هارون، قال: أنبأنا هشام، قال: أنبأنا ابن عمّ المطلب بن أبی وَدَاعة،(وفی شرح معانی الآثار: قال: أنا هشام، أراه عن ابن عم المطلب بن أبی وَدَاعَة) عن کثیر بن کثیر بن المطلب بن أبی وَدَاعة، عن أبیه، عن جده عن النبی ﷺ بذلك (و فی التحفة: مثله) (۲۰۲)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے یزید بن سنان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے یزید بن ہارون نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں ہشام نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں مطلب بن اَبی وَدَاعہ کے چچا کے بیٹے نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سے، وہ اپنے باپ سے، وہ اُن کے دادا سے، وہ نبی ﷺ سے، اُسے یا اس کی مثل بیان کرتے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

قال لنا أبو عاصم: عن ابن جریج، عن کثیر بن کثیر بن المطلب بن أبی وَدَاعَة السهمی، عن أبیه، و ذکر أعمامه عن المطلب بن أبی وَدَاعَة، قال: "رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ فِیْ حَاشِیَتِهٖ، یعنی حَاشِیَةَ الطَّوَافِ، وَ النَّاسُ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ" (۲۰۳)

۲۰۲۔ شرح معانی الآثار: ۱/۴۶۱، برقم: ۲۶۵۲

أیضاً تحفة الأخیار: ۲/۳۰۶، برقم: ۹۵۰

أیضاً الحاوی: ۲/۵۷۱

۲۰۳۔ التاریخ الکبیر للبخاری: ۷/۳۱۵۔۳۱۶

یعنی، ہمیں ابو عاصم نے فرمایا، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سہمی سے، وہ اپنے باپ سے، انہوں نے اُن کے چچاؤں کی روایت سے بیان کیا، وہ مطلب بن اُبی وَدَاعہ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ ''میں نے نبی ﷺ کو حاشیۂ طواف میں نماز ادا فرماتے دیکھا اور لوگ آپ ﷺ کے آگے سے گزر رہے تھے''۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

و قال محمد المثنی: نا يزيد بن هارون، سمع هشام بن حسان، قال: أخبرني ابن عم عبدالمطلب بن أبي وَدَاعَة، عن كثير بن كثير بن المطلب، عن أبيه، عن جده، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، بنحوه" (٢٠٤)

یعنی، اور محمد المثنی نے فرمایا حدیث بیان کی ہم سے یزید بن ہارون نے، انہوں نے سُنا ہشام بن حسان کو، وہ فرماتے ہیں خبر دی مجھے عبد المطلب بن ابی وَدَاعہ کے چچا کے بیٹے نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا الخ۔

حافظ محمد بن حبان بن ابی حاتم تمیمی بُستی متوفی ۳۵۴ھ روایت کرتے ہیں:

أخبرنا محمد بن إسحاق بن خزيمة قال: حدثنا يعقوب بن إبراهيم الدورقي قال: حدثنا يحيى بن سعيد، عن ابن جريج، عن كثير بن كثير، عن أبيه أبي المطلب بن أبي وَدَاعَة أنه قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ طَوَافِهِ أَتَى حَاشِيَةَ الْمَطَافِ،

٢٠٤۔ التاريخ الكبير، المجلد(٧)، باب الميم باب مطلب ص ٣١٦، برقم:١٩٤٢/١١٢٨

فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَافِيْنَ أَحَدٌ" (٢٠٥)

یعنی، ہمیں خبر دی محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے، وہ فرماتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن ابراہیم الدورقی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے یحیٰی بن سعید نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے والد ابی المطلب بن اُبی وَدَاعہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ طواف سے فارغ ہوئے، تو حاشیۂ مطاف میں تشریف لائے، پس دو رکعت نماز ادا فرمائی، اور آپ کے اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی چیز نہ تھی''۔

حافظ ابن حبان متوفی ۳۵۴ھ سے ہی روایت ہے:

أخبرنا عمر بن محمد الهمداني، حدثنا عمر بن عثمان، حدثنا الوليد ابن مسلم، حدثنا زهير بن محمد العنبري، حدثنا كثير بن كثير، عن أبيه أبي المطلب بن أبي وَدَاعَة قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ حِذْوَ الرُّكْنِ الْأَسْوَدِ، وَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، مَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ سُتْرَةٌ" (٢٠٦)

یعنی، خبر دی ہمیں عمر بن محمد ہمدانی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عمر بن عثمان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ولید ابن مسلم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے زہیر بن محمد عنبری نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہمیں کثیر بن کثیر نے، وہ روایت کرتے ہیں

٢٠٥۔ الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، الجزء(٤)، كتاب الصلاة، باب ما يكره للمصلّي و ما لا يكره، ذكر إباحة المرور قدام المصلّي إذا صلّى إلى غير سُترة، ص ٤٥، الحديث:٢٣٥٧

٢٠٦۔ الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، الجزء(٤) ذكر البيان بأن هذه الصلاة لم تكن الطوافين و بين المصطفى ﷺ سترةٌ، ص ٤٥۔٤٦، الحديث:٢٣٥٨

اپنے والد ابو المطلب بن ابی وَدَاعہ سے، فرمایا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو رُکنِ اسود کے مقابل نماز پڑھتے دیکھا اور مرد و عورتیں آپ کے آگے سے گزر رہے تھے، آپ ﷺ اور ان کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''۔

حافظ ابو بکر احمد بن عمرو ابن ابی عاصم الضحاک بن مخلد شیبانی متوفی ۲۸۷ھ روایت کرتے ہیں:

حدّثنی عمرو بن عثمان، نا الولید بن مسلم، نا زهیر، عن كثیر بن كثیر، عن أبیه، عن المطلب بن أبی وَدَاعة رضی الله عنه، قال: "رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یُصَلِّیْ حِذْوَ الرُّكْنِ الْأَسْوَدِ، وَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ، مَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَهُ سُتْرَةٌ" (۲۰۷)

یعنی، حدیث بیان کی مجھ سے عمرو بن عثمان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ولید بن مسلم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی زہیر نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ مطلب بن ابی وَدَاعہ رضی اللہ عنہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو رُکنِ اسود کے مقابل نماز ادا فرماتے دیکھا، اور مرد و عورتیں آپ کے آگے طواف کر رہے تھے، اُن اور آپ ﷺ کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''۔

حافظ ابو یعلیٰ احمد بن علی موصلی تمیمی متوفی ۳۰۷ھ (۲۰۸) اور اس کی سند سے علامہ ابن اثیر جزری (۲۰۹) روایت کرتے ہیں:

حدّثنا أبو الفضل بن الحسن الطبری بإسناده إلی أبی یعلی: حدّثنا ابن نمیر، حدّثنا أبو أُسامة، عن ابن جریج، عن

۲۰۷۔ الآحاد و المثانی، من ذكر (۱۵۷) المطلب بن أبی وَدَاعة السهمی رضی الله عنه، ص ۱۵۵

۲۰۸۔ مسند أبی یعلی، المجلد (٥)، حدیث (۱٦٦) المطلب بن أبی وَدَاعة، ص ۲۳٦، الحدیث: ٦٨٦٩

۲۰۹۔ أسد الغابة، المجلد ()، مطلب (٤٩٤٦) بن أبی وَدَاعة، ص ۳۹٦-۳۹۷

كثیر بن كثیر بن المطلب بن أبی وَدَاعة، عن أبیه المطلب قال: "رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ سَبْعِهٖ حَتّٰی یُحَاذِیَ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ السَّقِیْفَةِ، فَیُصَلِّیْ رَكْعَتَیْنِ فِیْ حَاشِیَةِ الْمَطَافِ، وَ لَیْسَ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الطُّوَافِ أَحَدٌ"

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو الفضل بن الحسن ابو یعلیٰ کی طرف اپنی اسناد کے ساتھ: (ابو یعلیٰ فرماتے ہیں) حدیث بیان کی ہم سے ابن نمیر نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابو اُسامہ نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سے، وہ اپنے والد مطلب سے روایت کرتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہوئے، تو اپنے اور سقیفہ کے درمیان محاذی ہوئے، پس آپ ﷺ نے مطاف میں دو رکعت نماز پڑھی، اور آپ اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی نہ تھا''۔

امام ابو الولید محمد بن عبد اللہ بن احمد الازرقی روایت کرتے ہیں:

حدّثنا أبو الولید، قال: حدّثنی جدّی، حدّثنا سفیان بن عیینة، عن كثیر بن كثیر بن المطلب بن أبی وَدَاعة السّهمیّ، "أَنَّهٗ رَأَی النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ مِمَّا یَلِیْ بَابَ بَنِیْ سَهْمٍ، وَ النَّاسُ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ، وَ لَیْسَ بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَهٗ شِبْرٌ" (۲۱۰)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو الولید نے، فرمایا کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے دادا نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سہمی سے روایت کرتے ہیں کہ ''انہوں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم (یعنی بابُ العمرہ)

۲۱۰۔ أخبار مكة للأزرقی، الجزء (۲) الصلاة فی المسجد الحرام الخ، ص ٦٧-٦٨

کے پاس نماز پڑھتے دیکھا حالانکہ لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے
تھے اور لوگوں اور آپ کے مابین ایک بالشت (کا فاصلہ) نہ تھا''۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدّثنا ورد بن أحمد بن لبيد البيروتي، ثنا صفوان بن صالح، ثنا
الوليد بن مسلم، ثنا سالم الخياط و زهير بن محمد، قالا: ثنا
كثير بن كثير، عن أبيه، حدثني المطلب بن أبي وَدَاعَة، قال:
"رَأَيتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ حِذْوَ الرُّكْنِ الأَسْوَدِ، وَ الرِّجَالُ
وَ النِّسَاءُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، مَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ سُتْرَةٌ" (٢١١)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ورد بن احمد بن لبید بیروتی نے، وہ فرماتے
ہیں حدیث بیان کی ہم سے صفوان بن صالح نے، وہ وہ فرماتے ہیں
حدیث بیان کی ہم سے ولید بن مسلم خیاط اور زہیر بن محمد نے، وہ دونوں
فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے کثیر بن کثیر نے اپنے باپ سے،
انہوں نے حدیث بیان کی مطلب بن ابی وَدَاعہ سے، فرمایا کہ ''میں
نے رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود کے سامنے نماز ادا فرماتے دیکھا اور مرد
اور عورتیں آپ کے آگے سے گزر رہے تھے، آپ ﷺ اور ان کے
درمیان کوئی سُترہ نہ تھا''۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدّثنا يحيىٰ بن أيوب الغلاف المصري، ثنا سعيد بن أبي
مريم، ثنا محمد بن عبدالله بن عيد بن عمير، عن كثير بن كثير
بن المطلب بن أبي وَدَاعَة، عن أبيه عن المطلب، "أَنَّهُ رَأَى
رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ إِلَى الْبَيْتِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَافِ

٢١١۔ المعجم الكبير للطبراني: ٢٩٠/٢٠۔٢٩١، برقم: ٦٨٧

أَحَدٌ" (٢١٢)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے یحیٰ بن ایوب غلاف مصری نے، وہ
فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سعید بن اَبی مریم نے، وہ فرماتے
ہیں حدیث بیان کی محمد بن عبداللہ بن عید بن عمیر نے، وہ روایت کرتے
ہیں کثیر بن کثیر بن مطلب بن اَبی وَدَاعہ سے، وہ اپنے باپ سے
روایت کرتے ہیں کہ ''انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ کی طرف
نماز ادا کرتے دیکھا، اور آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین
کوئی سُترہ نہ تھا''۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدّثنا أبو يزيد القراطيسي، ثنا عبدالله بن عبد الحكم، أنا
الليث بن سعد (ح) و حدّثنا المطلب بن شعيب الأزدي، ثنا
عبدالله بن صالح، حدثني الليث، عن ابن جريج، عن كثير بن
كثير بن المطلب، عن أبيه كثير، عن المطلب بن أبي وَدَاعَة،
"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى فِيْ حَاشِيَةِ الطَّوَافِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ
الطَّائِفِيْنَ سُتْرَةٌ" (٢١٣)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو یزید قراطیسی نے، وہ فرماتے ہیں
حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن عبدالحکم نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی
ہمیں لیث بن سعد نے (ح) اور حدیث بیان کی ہم سے مطلب بن
شعیب ازدی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن
صالح نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھ سے لیث نے، وہ روایت
کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے

٢١٢۔ المعجم الكبير للطبراني: ٢٨٩/٢٠، برقم: ٦٨٢

٢١٣۔ المعجم الكبير للطبراني: ٢٨٩/٢٠۔٢٩٠، برقم: ٦٨٣

باپ کثیر سے، وہ مطلب بن أبي وَدَاعہ سے کہ "رسول اللہ ﷺ نے حاشیۂ طواف میں نماز ادا فرمائی اور آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا"، یہ ابن صالح کے الفاظ ہیں، اور ابن الحکم نے اپنی (مروی) حدیث میں کہا کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نے اپنی سعی کو مکمل فرمایا تو حاشیۂ طواف میں نماز ادا کی، آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا"۔

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی روایت کرتے ہیں:

حدّثنا أحمد بن داؤد المكي، ثنا محمد بن أبي بكر المقدمي، ثنا حماد بن زيد، عن ابن جريج، حدّثني كثير بن كثير بن المطلب، عن أبيه، حدثني أعيان المطلب، عن المطلب بن أبي وَدَاعَة، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي حِيَالَ الرُّكْنِ، وَ الرِّجَالُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ" (۲۱۴)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے احمد بن داؤد مکی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے حماد بن زید نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھ سے کثیر بن کثیر بن المطلب نے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھے اعیانِ مطلب نے مطلب بن ابی وَدَاعہ سے فرمایا کہ "میں نے نبی ﷺ کو رُکنِ اسود کے مقابل نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے"۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدّثنا محمد بن يحيى بن منده الأصبهاني، ثنا زيد بن ثابت بن أخرم، ثنا عبدالقاهر بن شعيب، عن هشام بن حسان، عن

۲۱۴۔ المعجم الكبير للطبراني ۲۰/ ۲۹۰، برقم: ٦٨٤

سالم بن عبدالله، عن كثير بن المطلب، عن أبيه، عن جده، "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ مِنَ الْكَعْبَةِ، فَقَامَ حِيَالَ الرُّكْنِ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ يَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ" (۲۱۵)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یحییٰ بن مندہ اصبہانی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے زید بن ثابت بن أخرم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبدالقاہر بن شعیب نے، وہ روایت کرتے ہیں ہشام بن حسان سے، وہ سالم بن عبداللہ سے، وہ کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے کہ "نبی ﷺ کعبہ معظّمہ سے باہر تشریف لائے، رُکنِ اسود کے سامنے کھڑے ہوئے پس دو رکعت نماز ادا فرمائی اور لوگ آپ کے سامنے طواف کرتے ہوئے گزر رہے تھے، ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی"۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدثنا إبراهم بن نائلة الأصبهاني، ثنا أحمد بن حاتم بن عيسىٰ، ثنا حماد بن زيد، ثنا عمرو بن دينار، عن عباد بن عبدالمطلب، عن المطلب بن أبي وَدَاعَةَ: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ حِيَالَ الرُّكْنِ عِنْدَ السِّقَايَةِ، وَ الرِّجَالُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ" (۲۱٦)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن نائلہ اصبہانی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی حاتم بن عیسیٰ نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے حماد بن زید نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عمرو بن دینار نے، وہ روایت کرتے ہیں عباد بن عبدالمطلب سے، وہ مطلب

۲۱۵۔ المعجم الكبير للطبراني: ۲۰/ ۲۹۰، برقم: ٦٨٥

۲۱٦۔ المعجم الكبير للطبراني: ۲/ ۲۹۰، برقم: ٦٨٦

بن ابی وَدَاعہ سے کہ ''نبی ﷺ سقایہ کے پاس رُکنِ (اسود) کے سامنے نماز پڑھا کرتے اور مرد وعورتیں آپ کے آگے سے گزرتے''۔

اور علامہ ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد ابن شاہین بغدادی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدّثنا محمد بن محمود بن محمد السراج، قال: حدّثنا علیّ بن مسلم، قال: حدّثنا أبو عامر، قال: حدّثنا عبدالله بن عطاء القرشی، قال: حدّثنا سفیان، عن عبدالرحمن بن المطلب بن أبی وَدَاعَة، عن أبیه، عن جدّه "أنّهٗ رَأَی النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ وَ لَیْسَ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ یَطُوْفُوْنَ بِالْبَیْتِ سُتْرَةٌ" (۲۱۷)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محمود بن محمد سراج نے، انہوں نے فرمایا حدیث بیان کی ہم سے علی بن مسلم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابو عامر نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن عطاء قرشی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان (بن عیینہ) نے، وہ روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن مطلب بن ابی وَدَاعہ سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے کہ ''انہوں نے نبی ﷺ کو اس حال میں نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ اور ان لوگوں کے مابین کوئی سترہ نہ تھا جو بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے''۔

اس روایت میں ایک راوی عبدالرحمٰن ہیں جو مطلب بن ابی وداعہ سہمی کے فرزند ہیں، ابن حبان نے ''الثقات' (۲۱۸) میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے حالات امام بخاری کی ''التاریخ الکبیر'' (۲۱۹) میں امام محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ کی کتاب

۲۱۷۔ کتاب ناسخ الحدیث و منسوخه کتاب الصلاة، باب فی سُترة المصلّی، ص ۳۱۲۔۳۱۳

۲۱۸۔ کتاب الثقات لابن حبان:۵/۸۱

۲۱۹۔ التاریخ الکبیر للبخاری:۵/۲۱۵، ۱۱۰۹/۷۱۸۰

''الجرح و التعدیل'' (۲۲۰) بھی ہیں اور مطلب کے بارے میں ابن اثیر کی کتاب 'اُسد الغابۃ'' میں ہے کہ وہ مطلب بن ابی وداعہ الحارث بن صُبَیرہ بن سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص قرشی سہمی ہیں، اور ان کی والدہ اَروی بنت الحارث بن عبدالمطلب ابن ہاشم ہیں اور یہ فتح مکہ کے روز اسلام لائے اور ان کے والد ابو وَدَاعہ یوم بدر قید کئے گئے تو ان کے بیٹے نے اپنے باپ کے فدیہ میں چار ہزار درہم ادا کیا تو آپ پہلے قیدی تھے کہ جن کا فدیہ دیا گیا، واقدی نے کہا کہ وہ مدینہ منورہ میں آئے اور وہاں ان کا گھر تھا اور نبی ﷺ سے آپ نے حدیثیں روایت کیں، اور ابو وداعہ سہمی حارث بن صبرہ جلیل القدر صحابی ہیں، وہ اور ان کے بیٹے مطلب فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔(۲۲۱)

امام ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۲۱ھ(۲۲۲) اور ان کی سند سے حافظ ابو القاسم سلیمان بن اَحمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ(۲۲۳) روایت کرتے ہیں:

حدّثنا إسحاق بن إبراهیم الدبری، عن عبدالرزاق، عن عمرو بن قیس، أخبرنی کثیر بن کثیر بن المطلب بن أبی وَدَاعَة السهمیّ، عن أبیه، عن جده، قال: "رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یُصَلِّی فِیْ مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِالْبَیْتِ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الْقِبْلَةِ، بَیْنَ یَدَیْهِ، لَیْسَ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَهُمْ سُتْرَةٌ" ۔ واللفظ للطبرانی

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے اسحاق بن ابراہیم دبری نے، وہ روایت کرتے ہیں عبدالرزاق سے، وہ عمرو بن قیس سے، وہ فرماتے ہیں خبر دی مجھے کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سہمی نے اپنے باپ سے، انہوں نے ان کے دادا سے، فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد

۲۲۰۔ کتاب الجرح و التعدیل:۵/۳٤٤، برقم:۱۳٤۷/۸٦۸۱

۲۲۱۔ الإصابة فی تمییز الصحابة: ۲۱۳/۷

۲۲۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی، المجلد (۲۰)، مطلب بن أبی وَدَاعة، ص۲۸۸، الحدیث: ٦۸۰

۲۲۳۔ المصنّف لعبد الرزاق، المجلد (۲)، کتاب الصلاة، باب (۱۲۱) لا یقطع الصلاة شیء بمکة ص ۲۱، الحدیث: (٦۳۲) ۲۳۹۰

حرام میں نماز ادا فرماتے دیکھا اور لوگ آپ ﷺ اور قبلہ کے درمیان آپ کے سامنے بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، آپ ﷺ اور ان کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''۔

اور امام عبد الرزاق نے انہی کلماتِ حدیث کو دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے چنانچہ وہ سند مندرجہ ذیل ہے:

عبدالرزاق، عن ابن عيينة، عن كثير بن كثير، عن أبيه، عن جده، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ الخ" (٢٢٤)

یعنی، امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں ابن عیینہ سے، وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے، وہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے نبی ﷺ کو دیکھا الخ''۔

امام ابوبکر احمد حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

أخبرنا أبو الحسين علي بن محمد بن عبدالله بن بشران ببغداد، أنبأنا أبو جعفر محمد بن عمرو الرزاز، ثنا سعدان بن نصر، ثنا سفيان بن عيينة، عن كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وَدَاعَة السَّهميّ، عن بعض أهله أنه سمع جده المطلب بن أبي وَدَاعَة يقول: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ مِمَّا يَلِيَ بَابَ بَنِيْ سَهْمٍ، وَ النَّاسَ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطُّوَّافِ سُتْرَةٌ" (٢٢٥)

یعنی، خبر دی ہمیں ابو الحسین علی بن محمد بن عبد اللہ بن بشران نے بغداد میں، خبر دی ہمیں ابو جعفر محمد بن عمرو رزاز نے، حدیث بیان کی ہم سے سعدان بن نصر نے، حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ

٢٢٤۔ المصنَّف لعبد الرزاق ٢١/٣٠، برقم: ٢٣٩١

٢٢٥۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي، المجلد (٢)، كتاب الصلاة، باب من صلّى إلى غير سترة، ص ٣٨٧، الحديث: ٣٤٨٢

روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سہمی سے، وہ اپنے بعض اہل سے، انہوں نے سُنا ان کے دادا مطلب بن ابی وَدَاعہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم کے پاس نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے (اس حال میں کہ) آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''۔

امام بیہقی نے حدیث مطلب کے انہی الفاظ کو مندرجہ ذیل سند سے بھی روایت کیا ہے:

أخبرنا أبو عبدالله و أبو زكريا و أبو بكر قالوا: حدّثنا أبو العباس، قال أخبرنا الربيع، قال: أخبرنا الشافعي، قال: أخبرنا سفيان الخ (٢٢٦)

یعنی، خبر دیتے ہیں ہمیں ابو عبد اللہ اور ابو زکریا اور ابو بکر فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہمیں ابو العباس نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں ربیع نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں امام شافعی نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں سفیان نے الخ۔

امام بیہقی سے ہی روایت ہے:

أخبرنا أبو عبدالله الحافظ، أخبرني أبو الحسن بن عبدوس، قال سمعتُ عثمان بن سعيد يقول سمعتُ عليًّا يعني ابن المديني، يقول في هذا الحديث: قال سفيان: سمعتُ ابن جريج، يقول: أخبرني كثير بن كثير، عن أبيه، عن جدّه قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ" (٢٢٧)

یعنی، خبر دی ہمیں ابو عبد اللہ حافظ نے، خبر دی ابو الحسن عبدوس نے،

٢٢٦۔ معرفة السنن و الآثار، المجلد (٢)، كتاب الصلاة، باب (١٧١)، الصلاة إلى غير سترة، ص ١٢٠، الحديث: ١٠٥٣

٢٢٧۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٢/ ٣٨٧۔٣٨٨

فرماتے ہیں کہ میں نے عثمان بن سعید کو سُنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے علی ابن المدینی کو سُنا کہ وہ اس حدیث میں فرماتے ہیں کہ سفیان نے فرمایا کہ میں نے ابن جریج کو یہ کہتے سُنا کہ خبر دی مجھے کثیر بن کثیر نے اپنے باپ سے، انہوں نے اُن کے دادا سے کہ ''میں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ گزر رہے تھے''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نقل کرتے ہیں:

ثم أخرج عن بن جريج، عن كثير بن كثير بن المطلب عن أبيه، عن جدّه، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ، أي النَّاس۔ سُتْرَةٌ" (۲۲۸)

یعنی، پھر حدیث کی تخریج فرمائی ابن جریج کی روایت سے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے باپ (کثیر بن المطلب) سے، وہ ان کے دادا (مطلب بن ابی وَدَاعہ) سے، فرمایا کہ ''میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ مسجد حرام میں نماز ادا فرمارہے ہیں، آپ اور لوگوں کے درمیان سُترہ نہیں ہے''۔

حافظ ابن حجر اس کے بعد لکھتے ہیں:

و أخرجه من هذا الوجه أيضاً أصحاب السنن، و رجاله موثقون إلا أنه معلول

یعنی، اس حدیث کی اس وجہ پر اصحابِ سُنن نے بھی تخریج فرمائی اور اس کے رجال ثقہ ہیں مگر یہ کہ یہ معلول ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے آگے سے گزرنے والے کو نہیں روکا چنانچہ امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن جريج، قال: أخبرني أبي، عن أبي عامر، قال: رأيتُ ابن

۲۲۸۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۱/۵۷۶، الحدیث: ۵۰۱

الزبير يصلي في المسجد، فتريد المرأة أن تجيز أمامه و هو يريد السجود، حتى أجازت سجد في موضع قدميها (۲۲۹)

یعنی، ابن جریج سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ خبر دی مجھے میرے باپ نے، وہ روایت کرتے ہیں ابو عامر سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا اور ایک عورت نے آپ کے سامنے گزرنا چاہا جب کہ آپ سجدہ کرنا چاہتے تھے، یہاں تک کہ وہ گزری تو آپ نے اس کے پاؤں کی جگہ سجدہ کیا (کیونکہ وہ آپ کے موضع سجود سے گزری تھی)۔

اور باب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ کی کسی مسجد میں نماز ادا فرمارہے تھے غالب یہی ہے کہ آپ مسجد حرام میں تھے۔

اسی طرح حضرت محمد بن الحنفیہ اور ابن جریج سے مروی ہے، چنانچہ امام ابو بکر عبدالرزاق صنعانی متوفی ۲۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عيينة، عن عمرو بن دينار، قال: رأيتُ محمد بن الحنفية يصلّي في مسجد منى، و الناس يمرّون بين يديه، فجاء فتى من أهله فجلس بين يديه، قال عبدالرزاق: و رأيتُ أنا ابن جريج يصلّي في مسجد منى على يسار المنارة، وليس بين يديه سُترة، فجاء غلام فجلس بين يديه (۲۳۰)

یعنی، ابن عیینہ سے روایت ہے، وہ روایت کرتے ہیں عمرو بن دینار سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو منی کی مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے تو آپ کے اہل سے ایک نوجوان آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا، امام

۲۲۹۔ المصنّف لعبد الرزاق: ۲/۲۱، باب لا يقطع الصلاة شئ بمكة برقم: ۲۳۸۹

۲۳۰۔ المصنّف لعبد الرزاق: ۲/۲۱، برقم: ۲۳۹۳

عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ میں نے ابن جریج کو منی کی مسجد میں منارہ کے بائیں جانب نماز پڑھتے دیکھا اور آپ کے آگے کوئی سُترہ نہ تھا تو ایک لڑکا آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

لہٰذا ایک طرف تو وہ احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء ہیں کہ جن میں مطلقاً نماز کے آگے گزرنے کے ممانعت مذکور ہے، اور دوسری طرف حدیث مطلب بن ابی وداعہ کہ جس سے رخصت ظاہر ہے، اس بناپر بعض نے ممانعت والی احادیث کو منسوخ اور رخصت والی حدیث کو ان کے لئے ناسخ قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد المعروف با بن شاہین بغدادی متوفی ۳۸۵ھ نے حدیثِ رخصت کو حدیثِ ممانعت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔(۲۳۱)

جب کہ بعض دیگر نے فرمایا ممانعت والی احادیث میں ان لوگوں کا حکم ہے جو کعبہ سے غائب ہیں اور رخصت والی حدیث ان لوگوں کے بارے میں ہے کہ کعبہ کے پاس نماز پڑھتے ہیں چنانچہ ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے حدیث مطلب بن ابی وداعہ کو چار مختلف اسناد سے روایت کرنے سے بعد لکھا ہے کہ

فـفـي هـذا الـحـديث إطلاق رسول الله ﷺ للطائفين بالبيت الـمـرورّ بين يديه وهو يصلّي، فقال قائل: فكيف تقبلون هذا و أنتم تروون عنه ﷺ؟ (۲۳۲)

یعنی، ان احادیث میں نبی ﷺ کا بیت اللہ کا طواف کرنے والوں کو اپنے آگے گزرنے دینا ہے جب کہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ پس کہنے والے نے کہا تم یہ بات (کہ آپ ﷺ نے حالتِ نماز میں صرف طواف کرنے والوں کو اپنے آگے سے گزرنے دیا) کیسے قبول کروگے تم تو نبی ﷺ کی حدیث روایت کررہے ہو۔

۲۳۱۔ کتاب ناسخ الحدیث و منسوخه کتاب الصلاة، باب سترة المصلی، ص۳۱۲۔۳۱۳

۲۳۲۔ تحفة الأخيار بترتيب مشكل الآثار: ۲/۳۰۷

پھر امام طحاوی نے ممانعت کی حدیث دو مختلف اسناد سے روایت کرنے کے بعد لکھا:

فـقـال هـذا الـقـائـل: فـفي هذا منعه ﷺ من المرور بين يدی المصلّی و من إطلاق المصلّی لغيره المرور بين يديه، فهذا ضدُّ ما رويتموه عن المطلب عنه ﷺ (۲۳۳)

یعنی، پس اس قائل نے کہا اس حدیث میں نبی ﷺ کا نمازی کے آگے سے گزرنے سے اور نمازی کے لئے اپنے غیر کو اپنے آگے سے گزرنے دینے سے منع فرمانا ہے، اور یہ اس کی ضد ہے جو تم نے مطلب کی روایت سے آپ ﷺ سے روایت کیا۔

پھر اس کے تحت بطور جواب لکھتے ہیں:

فـكـان جوابنا له في ذلك بتوفيق الله عزّ و جلّ و عونه: أن هذا مـمـا لا تـضـادُّ فيـه، لأن ما رويناه عن المطلب مما ذكر على حُكم الصلاة إلى الكعبة بمعاينتها، و الآثار الأخر على الصلاة بتحری الكعبة و بالغيبة عنها (۲۳٤)

یعنی، تو اللہ عزوجل کی توفیق اور اس کی مدد سے اس قائل کو جواب یہ ہے کہ یہ ان احادیث میں سے ہیں کہ جن میں کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ ہم نے مطلب سے روایت کیا، اس میں مُشاہدِ کعبہ کے کعبہ کی طرف نماز کے حکم کا ذکر ہے اور دوسری احادیث میں کعبہ سے غائب تحری سے نماز پڑھنے والے (کی نماز کے حکم کا ذکر ہے)

و قد وجدنا الصلاة إلى الكعبة بالمُعاينة لها يُصلّي الناسُ من جوانبها، فيستقبل بعضهم وجوه بعض، فيكون طلقاً لهم، غير مكروه، و رأينا الصلاة بخلاف ذلك المكان مما لا مُعَايَنَةَ فيه

۲۳۳۔ تحفة الأخيار: ۲/۳۰۹۔۳۱۰

۲۳٤۔ تحفة الأخيار، ج۲، ص۳۱۰

للكعبة، بخلاف ذلك فى كراهة استقبال وجوه الرجال بَعضِهم بعضاً، و فى الزجرِ عن ذلك، و المنع منه (٢٣٥)

یعنی، پس ہم نے کعبہ کے مُعاینہ کی نماز کو پایا کہ لوگ کعبہ کے اطراف میں نماز پڑھتے ہیں تو بعض کا رُخ بعض کی طرف ہوتا ہے تو ان کے لئے بلا کراہت چھوٹ ہوگئی، اور ہم نے اس کے برخلاف دوسری جگہ نماز کو دیکھا جہاں کعبہ کا معاینہ نہیں ہوتا کہ بعض کے بعض کی طرف منہ کرنے کی کراہت میں حکم اس (پہلی صورت کے) خلاف ہے (یعنی، یہاں ایسا کرنا مکروہ ہے جب کہ وہاں مکروہ نہ تھا)

فَعَقَلْنَا بذلك أن الكعبة مخصوصة بها بهذا الحكم فى الصلاة إليها، و الإطلاق للنّاس استقبال وجوه المصلّين معهم إليها، و الإستقبال لحدودهم فى صلاتهم إليهم و إن كان ذلك كذالك فى صلاتهم إليه، اتّسع لهم بذلك مُرورهم بين أيديهم فى صلاتهم إليها، و استقبالهم إياهم فى ذلك بوجوههم و بحدودهم، و عقلنا أن الصلاة فى الغَيْبَةِ عنها بخلاف ذلك، و أنه لما كان استقبال النّاس بعضهم بعضاً بوجوههم و بحدودهم فيها ممنوعاً، ضاق عليهم مرورُهم بهم فيها، و ضاق على المصلّين إطلاق ذلك فيها (٢٣٦)

یعنی، پس ہم نے اس سے یہ سمجھا کہ کعبہ کی طرف نماز میں، اور لوگوں کو چھوڑنے میں کہ وہ اپنے ساتھ کعبہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کے چہروں کی طرف رُخ کریں اور اپنی نمازوں میں ان کی طرف اپنی حدود کے استقبال میں کعبہ کے اس حکم کے ساتھ خاص ہے، اور اگر اس کی

٢٣٥۔ تحفة الأخيار: ٢/ ٣١٠

٢٣٦۔ تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار: ٢/ ٣١٠

طرف ان کی نماز میں وہ اسی طرح ہے تو ان کے لئے اس کی گنجائش ہے کہ وہ ان کی کعبہ کی طرف نماز میں اُن کے آگے سے گزریں اور اس کی بھی گنجائش ہے کہ وہ لوگوں کی طرف اپنے چہروں اور حدود کے ساتھ استقبال کریں (یعنی ان کی طرف چہرہ کریں) اور ہم نے سمجھا کہ کعبہ سے غائب نماز اس کے برخلاف ہے۔ وہ یہ کہ لوگوں کے بعض کی طرف اپنے چہروں اور حدود کے ساتھ استقبال اس میں ممنوع ہے (کہ انہیں نماز میں ایک دوسرے کی طرف چہرہ کرنا ممنوع ہے) تو اس میں ان کا گزرنا ان پر تنگ ہے (یعنی نمازی کے آگے سے گزرنا مشکل ہے) اور نمازیوں پر اس میں اُسے اس کی اجازت دینا بھی تنگ ہے۔ (یعنی نمازیوں پر بھی انہیں اپنے آگے سے گزرنے دینا مشکل ہے)

فبان بحمد الله و نعمته أن لا تضادَّ فى شئ مما ذكرناه فى هذا الباب، و أن كل واحدٍ من المعنيين اللذين ذكرناهما فيه بائن بحكمه من المعنى الآخر منهما، و الله نسأله التوفيق (٢٣٧)

یعنی، پس اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی نُصرت سے ظاہر ہو گیا کہ اس بات میں جو ہم نے اس باب میں ذکر کیا (یعنی بظاہر متضاد احادیث بیان کیں) ان میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں ہے، اور وہ معانی جنہیں ہم نے ذکر کیا ان میں سے ہر ایک کا حکم دوسرے معنی سے جُدا ہے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق کا سوال ہے۔

اسی طرح امام حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج بن عبد اللہ حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

و أما حديث المطلب بن أبى وَدَاعَة قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ

٢٣٧۔ تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار، المجلد (٢)، كتاب الصلاة، بلب (١٣٥)، بيان مشكل ما رُوى عن رسول الله ﷺ فى المرور بين يدى المصلّى فى البيت الحرام و فى الغيبة عنه ص ٣١٠

مِمَّا يَلِيْ بَابَ بَنِيْ سَهْمٍ، وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ
وَ بَيْنَ الطُّوَّافِ سُتْرَةٌ"، فليس مخالفاً لما روى من النهى عن
المروى بين يدى المصلّى، لأنه إنما هو فى الصلاة إلى الكعبة
و معاينها، و النهى عن المرور بين يدى المصلّى إنما هو فيمن
يتحرّى الصلاة فى الكعبة إذا غاب عنها، و زعم ابن شاهين أنه
ناسخ لحديث النّهى (٢٣٨)

یعنی، مگر مطلب بن ابی وداعہ کی حدیث کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نے
نبی ﷺ کو باب بنی سہم کے قریب (نماز پڑھتے) دیکھا اور لوگ آپ
کے آگے سے گزر رہے تھے اور آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے
درمیان کوئی سُترہ نہیں تھا'' تو یہ حدیث اُس حدیث کے مخالف نہیں ہے
کہ جس میں نمازی کے آگے سے گزرنے سے روکا گیا ہے، کیونکہ وہ
(یعنی حدیثِ مطلب) کعبہ کی طرف نماز (پڑھنے والے) اور مُشاہِد
کعبہ کے حق میں ہے، اور نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت (والی
حدیث) صرف اس کے بارے میں ہے جو کعبہ کی طرف نماز کی تحرّی
(غور و فکر) کرتا ہے (کہ جہتِ کعبہ کدھر ہے) جب کہ وہ کعبہ سے
غائب ہو، اور (مُحدِّث) ابن شاہین نے گمان کیا کہ یہ (حدیثِ
مطلب) حدیثِ نہی (یعنی ممانعت والی حدیث) کے لئے ناسخ ہے۔

حدیثِ مطلب سے استدلال: اس حدیث کی بنا پر بعض نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ
میں سُترہ کے بغیر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں چنانچہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

و لا بأس أن يصلّى بمكة إلى غير سترة و روى ذلك عن ابن
الزبير، و عطاء، مجاهد، قال الأثرم: قيل لأحمد: الرجل يصلّى

٢٣٨۔ شرح سنن ابن ماجه المجلد (٥)، كتاب الصلاة، باب ما يقطع الصلاة، ص ١٥٩٩۔ ١٦٠٠

بمكة و لا يستتر بشيء، فقال: قد روى عن النبى ﷺ: "أَنَّهُ
صَلَّى، وَ ثَمَّ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطُّوَّافِ سُتْرَةٌ"۔
قال أحمد: لأن مكة ليست كغيرها، كأن مكة مخصوصة، و
ذلك لما روى كثير بن كثير بن المطلب، عن أبيه، عن جده
المطلب، قال: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ حِيَالَ الْحَجَرِ، وَ
النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ"۔ رواه الخلال بإسناده (٢٣٩)

یعنی، مکہ میں بغیر سُترہ کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور یہ
حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما، عطاء اور مجاہد سے مروی ہے، اثرم نے
فرمایا: امام احمد سے کہا گیا کہ کوئی شخص مکہ میں نماز پڑھتا ہے اور کسی شی کو
سُترہ نہیں بناتا تو فرمایا: ''نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے نماز ادا
فرمائی اور وہاں آپ ﷺ اور طواف کے درمیان کوئی سُترہ نہ تھا''۔
امام احمد نے فرمایا: کیونکہ مکہ اس کے غیر کی مثل نہیں ہے گویا مکہ مخصوصہ
ہے اور وہ اس لئے کہ کثیر بن کثیر بن المطلب نے اپنے باپ سے
روایت کیا، انہوں نے ان کے دادا مطلب سے روایت کیا ہے کہ ''میں
نے رسول اللہ ﷺ کو حجرِ اسود کے مقابل نماز پڑھتے دیکھا، اور لوگ
آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے''۔

حدیثِ مطلب کے تحت محشّی صحاح ستہ علامہ سندھی لکھتے ہیں:

ظاهره أنه لا حاجة إلى السترة فى مكة (٢٤٠)

یعنی، اس کا ظاہر ہے مکہ مکرمہ میں سُترہ کی حاجت نہیں۔

اور حدیثِ مطلب کو بعض نے صرف طواف کرنے والوں پر محمول کیا ہے، چنانچہ
حدیثِ مطلب کے تحت علامہ محمد بن عبد الهادی سندھی متوفی ۱۱۳۹ھ لکھتے ہیں:

٢٣٩۔ المغنى: ٢/٢٤٤

٢٤٠۔ حاشية السندى على السنن للنسائي: ٥/٢٤٢

ظاهره أنه لا حاجة إلى السترة في مكة، و به قيل، و من لا يقول به يحمله على أن الطائفين كانوا يمرّون وراء السجود أو وراء ما يقع فيه نظر الخاشع (٢٤١)

یعنی، اس سے ظاہر یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں سُترہ کی کوئی حاجت نہیں ہے اور یہی کہا گیا کہ جو یہ بات نہیں کہتا وہ اسے طواف کرنے والوں پر محمول کرتا ہے کہ لوگ موضعِ سجود یا خشوع سے نماز پڑھنے والے کی نظر پڑنے کی جگہ کے آگے سے گزر رہے تھے۔

اور یہی شیخ شمس الحق عظیم آبادی "عون المعبود" (٢٤٢) میں نقل کیا ہے۔

اور حدیثِ مطلب کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی (٢٤٣) اور ابن حجر کے حوالے سے شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی (٢٤٤) نے نقل کیا:

و اغتفر بعض الفقهاء ذلك للطائفين دون غيرهم للضرورة، و عن بعض الحنابلة جواز ذلك في جميع مكة

یعنی، بعض طواف کرنے والوں نے وہ (یعنی، نمازی کے آگے سے گزرنا) طواف کرنے والوں کے لئے ضرورت کی وجہ معاف قرار دیا ہے سوائے ان کے غیر کے، اور بعض حنابلہ سے پورے مکہ میں اس کا جواز منقول ہے۔

اور امام ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

٢٤١_ حاشية السندى على السنن للنسائي: ٥/ ٢٤٢

٢٤٢_ عون المعبود شرح سنن أبي داؤد، الجزء (٥)، كتاب المناسك، باب (٨٩) في مكة، الحديث: ٢٠١٤، ص ٣٤٥

٢٤٣_ فتح البارى شرح صحيح البخارى، كتاب الصلاة، باب السترة بمكة و غيرها، الحديث: ٥٠١، ص ٥٧٦

٢٤٤_ عون المعبود، الجزء (٥)، كتاب المناسك، باب (٩٠) تحريم مكة، الحديث: ٢٠١٤، ص ٣٤٦

نعم اغتفر بعضهم ذلك للطائفين دون غيرهم للضرورة (٢٤٥)

یعنی، ان کے بعض نے اسے ضرورت کی وجہ سے طواف کرنے والوں کے لئے معاف قرار دیا سوائے ان کے غیر کے۔

ائمہ مجتہدین: امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل علیہم الرحمہ کے نزدیک مسجد حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ احناف میں سے امام طحاوی علیہ الرحمہ سے کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز منقول ہے۔

علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی نے لکھا جسے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ نے ان کلمات کے ساتھ نقل کیا ہے:

شیخ رحمت اللہ سندی در ''منسک کبیر'' خود گفتہ کہ مرور پیش مصلی در مسجد حرام جائز است نزد علماء ثلاثہ یعنی مالک و شافعی و احمد و امام در مذہب حنفیہ نیافتہ ام من مر اَصحاب خود را کلامے در وے نہ منع و نہ اباحت الّا آنکہ ذکر کردہ است طحاوی رحمۃ اللہ علیہ در شرح آثار چیزے را کہ ظاہر است در دلالت بر جواز مرور پیش مصلی در حضرت کعبہ اھ (٢٤٦)

یعنی، شیخ رحمت اللہ (بن عبداللہ) سندھی (حنفی) نے اپنی "منسک کبیر" میں فرمایا مسجد حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنا علماء ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے میری مراد امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ ہیں، مگر مذہب حنفیہ تو میں نے خاص طور پر اپنے اصحاب سے اس بارے میں کوئی کلام نہیں پایا، نہ منع کرنے کے بارے میں اور نہ اباحت کے بارے میں، مگر یہ کہ امام طحاوی علیہ الرحمہ نے ''شرح آثار'' میں ایک چیز ذکر کی ہے جو کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنے کے جواز پر دلالت کرنے میں ظاہر ہے۔

٢٤٥_ إرشاد السارى شرح صحيح البخارى، المجلد (١)، كتاب الصلاة باب السترة بمكة و غيرها ص ٤٦٧

٢٤٦_ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيزدهم در بعضے مسائل متفرقه، فصل دو ازدهم ص ٢٩٥

اوراس کے تحت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

مخفی نماند کہ مرور در پیش مصلی درصحراء یا درمسجد کبیر اگر دُور تر ازمقدار سجود است ممنوع نباشد بقول صاحب ہدایہ وبسیارے از کتب حنفیہ، واختیار صاحب البحر الرائق، وعام است حکم جواز وے برقول مذکور در جمیع مساجد کبار علی الخصوص حرم مکہ کہ محل ابتلاء عام وکثرت مرور انام است، پس آنچہ مولانا رحمت اللہ گفتہ نیافیہ ام من اصحاب خود را کلامے درو ے ظاہر آن ست کہ مراد داشتہ است مرور را کمتر ازمقدار سجود، ولیکن عبارت طحاوی رحمۃ اللہ علیہ درشرح آثار افادہ نمی کند مرور را کمتر ازمقدار سجود بلکہ افادہ میکند مرور را پیش مصلّی، وظاہر آنست کہ مراد او دُور تر ازمحل سجود باشد واللہ تعالیٰ اعلم (۲٤۷)

یعنی، مخفی نہ رہے صحراء یا مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے گزرنا اگر مقدار سجود سے دُور تر ہے تو صاحب ہدایہ اور بے شمار کُتُب حنفیہ کے قول کے مطابق اور صاحب بحر الرائق کے مختار کے مطابق ممنوع نہیں ہے، اور مذکور قول کی بناء پر جواز کا حکم تمام مساجد کبیر خصوصاً حرم مکہ کو عام ہے کہ وہ ابتلاءِ عام اور لوگوں کے کثرت سے گزرنے کا محل ہے، پس جو علامہ رحمت اللہ (بن عبداللہ سندھی حنفی) نے فرمایا کہ ''میں نے اپنے اصحاب سے (اس بارے میں) کوئی کلام نہیں پایا'' ظاہر ہے کہ انہوں نے مقدار سجود سے کمتر گزرنا مراد لیا ہے، لیکن امام طحاوی (حنفی متوفی ۳۲۱ھ) علیہ الرحمہ ''شرح آثار'' میں سجود سے کمتر مقدار سے گزرنے کا افادہ نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے نمازی کے آگے سے گزرنے کا افادہ کیا ہے، اس کا ظاہر یہ ہے کہ اس کا گزرنا محل سجود سے دُور تر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں:

۲٤۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۲۹۵

تنبیہ: ذکر فی "حاشیة المدنی" لا یمنع المارّ داخل الکعبة و خلف المقام و حاشیة المطاف لما روی أحمد و أبو داؤد عن المطلب بن أبی وداعة: "أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي مِمَّا يَلِيْ بَابَ بَنِيْ سَهْمٍ وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ لَيْسَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ" و هو محمول علی الطائفین فیما یظهر، لأن الطواف صلاة، فصار کمن بین یدیه صفوف من المصلّین انتهی، و مثله فی "البحر العمیق"، و حکاه عز الدین بن جماعة عن "مشکلات الآثار للطحاوی" و نقله الملا رحمة الله فی "منسکه الکبیر" و نقله سنان آفندی أیضاً فی "منسکه" و سیأتی إن شاء الله تعالی تأیید ذلك فی باب الإحرام من کتاب الحج (۲/ ۱ ۰ ۵، ۲ ۰ ۵) (۲٤۸)

یعنی، "حاشیة المدنی" میں ہے کہ کعبہ کے اندر اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور حاشیۂ مطاف میں (نمازی کے آگے سے) گزرنے والے کو نہ روکا جائے، اس لئے کہ امام احمد اور امام ابو داؤد نے مطلب بن ابی وداعہ سے روایت کیا کہ ''انہوں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم (یعنی باب العُمرہ) کے پاس نماز ادا فرمارہے تھے اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے حالانکہ ان کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا'' اور یہ حدیث بظاہر طواف کرنے والوں پر محمول ہے، کیونکہ طواف نماز ہے تو ایسے ہوگیا جیسے اس کے آگے نمازیوں کی صفیں ہوں اور اسی کی مثل ''البحر العمیق'' میں ہے، اور اسے امام طحاوی کی ''مشکلات الآثار'' کے حوالے سے امام عزالدین بن جماعہ (الکنانی متوفی ۷٦۷ھ) نے حکایت کیا ہے، اور

۲٤۸۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ و ما یکرہ فیها، ص ٦۳۵۔ ٦۳٦

اسے ملا رحمت اللہ (بن عبداللہ سندھی حنفی جنہیں موصوف نے "منحة الخالق" (۲۴۹) میں ابن ہمام کا شاگرد لکھا ہے) نے "منسك كبير" میں نقل کیا اور سنان آفندی نے بھی اسے اپنی "منسک" میں نقل کیا۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی تائید (اسی کتاب کے) کتاب الحج کے باب الاحرام میں آئے گی۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی نے کتاب الحج کے باب الاحرام میں ایک عنوان قائم کیا کہ "مطلب: فی عدم منع المارّ بین یدی المصلّی عند الكعبة" (یعنی، کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو منع نہ کرنے کے بیان میں) اور اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

تنبيه: قال العلامة قطب الدين فی "منسكه": رأيت بخط بعض تلامذة الكمال بن الهمام فی "حاشية الفتح": إذا صلّى فی المسجد الحرام ينبغی أن يمنع المارّ لهذا الحديث، و هو محمول على الطائفين لأن الطواف صلاة فصار كمن بين يديه صفوف من المصلّين ا هـ و قال رأيت فی "البحر العميق" حكى عز الدين بن جماعة عن "مشكلات الآثار للطحاوی" أن المرور بين يدی المصلّی بحضرة الكعبة يجوز ا هـ۔ (۲۵۰)

یعنی، تنبیہ: علامہ قطب الدین (حنفی متوفی ۹۸۸ھ) نے اپنے "مناسك" میں فرمایا کہ میں نے "فتح القدير" کے حاشیہ میں کمال بن ہمام (یعنی امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد متوفی ۸۶۱ھ) کے بعض شاگردوں کے خط سے دیکھا کہ جب مسجد حرام میں نماز پڑھے تو اس

۲۴۹۔ منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الحج، باب الإحرام: ۲/ ۳۲۷

۲۵۰۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الإحرام، مطلب: فی عدم منع المار الخ، ص ۵۰۱۔ ۵۰۲

حدیث (یعنی مطلب بن وَدَاعہ سے مروی حدیث) کی بنا پر (سامنے سے) گزرنے والے کو نہ روکے، اور وہ (روایت) طواف کرنے والوں پر محمول ہے، کیونکہ طواف نماز ہے، پس ایسے ہو گیا جیسے اس کے آگے نمازیوں کی صفیں ہوں اھ، اور فرمایا کہ پھر میں نے "البحر العميق" میں دیکھا کہ امام عزالدین بن جماعہ (کنانی متوفی ۷۶۷ھ) نے امام (ابو جعفر احمد بن محمد) طحاوی (حنفی متوفی ۳۲۱ھ) کی "مشكلات الآثار" سے حکایت کیا کہ کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے اھ۔

علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

أقول: قال العلامة الشيخ قطب الدين الحنفی فی "منسكه": فرع غريب رأيت بخط تلامذة الكمال ابن الهمام فی حاشية "فتح القدير": إذا صلّى فی المسجد الحرام ينبغی أن لا يمنع المارّ، لما روى أحمد و أبو داؤد عن المطلب بن أبی وَدَاعة، أنه رأى النبی ﷺ يصلّی مما يلی باب بنی سهم والناس يمرّون بين يديه و ليس بينهما سترة، و هو محمول على الطائفين فيما يظهر، لأن الطواف صلاة فصار كمن بين يديه صفوف من المصلّين، ثم رأيت فی "البحر العميق" حكى ابن جماعة عن "مشكلات الآثار للطحاوی": أن المرور بين يدی المصلّين بحضرة الكعبة يجوز أفاده الحباب، و فی "رد المحتار" تنبيه ذكر فی "حاشية المدنی" لا يمنع المارّ داخل الكعبة و خلف المقام و حاشية المطاف ا هـ كذا فی "تقرير الشيخ عبدالحق" (۲۵۱)

۲۵۱۔ إرشاد الساری إلى مناسك الملا علی القاری، فصل فی ركعتی الطواف، ص ۱۷۲

یعنی، میں کہتا ہوں کہ علامہ شیخ قطب الدین حنفی (متوفی ۹۸۸ھ) نے اپنی ''منسک'' میں فرمایا کہ میں نے امام کمال الدین (محمد بن عبدالواحد) ابن ہمام (حنفی متوفی ۸۶۱ھ) کے شاگردوں کے خط سے ''فتح القدیر'' کے حاشیہ میں فرع غریب دیکھی کہ جب مسجد حرام میں نماز پڑھے تو اُسے چاہئے کہ (آگے سے) گزرنے والے کو نہ روکے، اس لئے کہ امام احمد اور امام ابو داؤد نے مطلب بن ابی وداعہ سے روایت کیا کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ ''آپ باب بنی سہم سے متصل نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور آپ ﷺ اور لوگوں کے درمیان کوئی سُترہ نہ تھا'' اور یہ بظاہر طواف کرنے والوں پر محمول ہے کیونکہ طواف نماز ہے پس ایسے ہو گیا جیسے اس کے آگے نمازیوں کی صفیں ہوں، پھر میں نے "البحر العمیق" میں دیکھا کہ ابن جماعہ نے (امام ابوجعفر احمد بن محمد) طحاوی (حنفی متوفی ۳۲۱ھ) کی "مشکلات الآثار" سے حکایت کیا کہ کعبہ کے پاس نمازیوں کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ حباب نے اس کا افادہ کیا اور "در مختار" میں ہے: تنبیہ: "حاشیة المدنی" میں ذکر کیا گیا کہ کعبہ کے اندر، مقامِ ابراہیم کے پیچھے اور حاشیۂ مطاف میں (نمازی کے آگے) گزرنے والے کو نہ روکا جائے اھ اسی طرح "تقریرات شیخ عبدالحق" میں ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی کے فرزند علامہ علاؤالدین ابن عابدین شامی متوفی ۱۳۰۶ھ لکھتے ہیں:

و لا یُمنع المارُّ من الطائفین بین یدی المصلّی، و کذا لا یمنع مطلَق مارٍّ بین یدی المصلّی بحضرة الکعبة، و یجوز المرور بین یدی المصلّی بحضرة الکعبة (۲۰۲)

۲۰۲۔ الهدیة العلائیة، أحکام الحج، أفعال الحج المفرد الخ، ص ۲۰۱

یعنی، طواف کرنے والوں میں سے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو نہ روکا جائے، اور اسی طرح کعبہ کے پاس مطلق گزرنے والے کو نمازی کے آگے سے گزرنے سے نہیں روکا جائے گا، اور کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

اور شیخ عبدالحمید محمود طہماز نے "صحیح ابن حبان" میں مذکور حدیث (برقم: ۲۳۵۸) نقل کر کے اس کے تحت لکھتے ہیں:

و هذا من خصوصیات المسجد الحرام، فلا یمنع المارّ من الطائفین بین یدی المصلّی، و یجوز المرور بین یدی المصلّی بحضرة الکعبة (۲۰۳)

یعنی، یہ مسجد حرام کی خصوصیات سے ہے، پس طواف کرنے والوں میں سے نمازی کے آگے سے گزرنے والوں کو نہیں روکا جائے گا، اور کعبہ معظّمہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے (اور مؤلّف نے اسے "هدیة العلائیه" کے حوالے سے نقل کیا ہے)

اور شیخ السعید محمد سعید الصاغرجی حدیثِ مطلب کو امام احمد، ابن حبان اور ابن ماجہ کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ینبغی ألا یمنع المارّ و هو الطائف، لأن الطواف صلاة، فصار کمن بین یدیه صفوف من المصلّین، و قد نقل عن الطحاوی: أن المرور بین یدی المصلّی بحضرة الکعبة یجوز (۲۰۴)

یعنی، چاہئے کہ گزرنے والے کو منع نہ کیا جائے اور وہ طواف کرنے والا ہو کیونکہ طواف نماز ہے پس ایسے ہو گیا جیسے اس (نمازی) کے آگے

۲۰۳۔ الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید، المجلد (۱)، کتاب الحج، وصف أفعال الحج المُفرِد، ص ۴۸۴

۲۰۴۔ التیسیر فی الفقه الحنفی من شرح تنویر الأبصار و رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، السعی بیان الصفا و المروة، ص ۶۴۹

نمازیوں کی صفیں ہوں، اور امام طحاوی سے منقول ہے کہ کعبہ مکرمہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

علامہ مولانا محمد سلیمان اشرف نقل کرتے ہیں کہ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أن المرور بین یدی المصلیّ بحضرة الکعبة یجوز ۔ رد المحتار (۲۵۵)

یعنی، یہ مسئلہ کہ نمازیوں کے سامنے سے گزرنا گناہ نہیں ہے بلکہ جائز ہے صرف حرم بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور مسعیٰ کو علماء کرام نے مسجد سے خارج شمار کیا ہے، چنانچہ امام محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

و الصفا خارج المسجد من الجانب الشرقی (۲۰٦)

یعنی، صفا مشرق کی جانب مسجد الحرام سے خارج ہے۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کے جواز کے بارے میں فقہاءِ احناف کی جو عبارات مذکور ہیں وہ یہ ہیں کعبہ کے پاس، مطاف میں، حاشیہ مطاف میں، حرم بیت اللہ میں اور مسجد حرام، اور امام قسطلانی نے نقل کیا کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک مسجدِ حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے تینوں ائمہ امام مالک، شافعی اور احمد سے مسجدِ حرام میں نمازیوں کے آگے سے گزرنے کا جواز ذکر کیا ہے۔ جب کہ محشی صحاح ستۃ علامہ عبدالہادی سندھی نے پورے مکہ میں نمازی کو سُترہ کی حاجت نہ ہونے کا ذکر کیا ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے مذکور ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک نمازی کے آگے سے گزرنا ضرورت کی بناء پر معاف ہے اور انہی سے منقول ہے کہ بعض حنابلہ کے نزدیک

۲۰۰۔ الحج، طواف کا طریقہ، بعد طواف مقام ابراہیم پر دو رکعت واجب، ص ۹۵

۲۰٦۔ إثارة الترغیب و التشویق إلی المساجد الثلاثة و البیت العتیق، القسم الأول، الفصل الخامس و الخمسون فی ذکر ما جاء فی بناء المسجد الحرام ص ۳۰۲

پورے مکہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ اور ابن قدامہ حنبلی نے بھی پورے مکہ میں بلا سُترہ نماز کے جواز کا قول کیا ہے اور امام احمد کا قول نقل کیا ہے کہ مکہ غیر مکہ کی طرح نہیں ہے۔

فقہاء کرام نے ضرورت کی بنا پر حدیثِ مطلب بن ابی وَداعہ سے استدلال کرتے ہوئے جواز کا قول کیا اور حدیث مطلب کے الفاظ میں بھی اختلاف ہے جیسا کہ یہ بات سابقہ صفحات میں مذکور حدیث کے الفاظ کو دیکھنے سے واضح ہو جاتی ہے۔ مگر فقہاء کرام نے ضرورت کی بنا پر جواز کو بیان کیا۔ پھر جس نے سمجھا کہ ضرورت صرف کعبہ کے پاس ہے اس نے کعبہ کے پاس جواز کا قول نقل کیا اور جس نے پورے مطاف میں ضرورت کو جانا اس نے مطاف کا ذکر کیا، جس کے نزدیک پوری مسجد حرام میں ضرورت دیکھی اس نے مسجد حرام کا ذکر کیا اور جس کے نزدیک ضرورت پورے مکہ شہر میں تھی اس نے مکہ کا ذکر کیا۔ پھر جس زمانے میں ان فقہاء کرام نے جواز کا ذکر کیا اور جواز کو حدود کے ساتھ مقید کیا اس زمانے میں لوگوں کی حرم مکہ آمد اس قدر نہ تھی جتنی آج ہے اور لوگوں کا اتنا ازدحام نہیں ہوتا تھا جتنا آج ہوتا ہے لیکن مسعیٰ میں اس قدر حاجت پیش نہیں آتی جس قدر مطاف میں پیش آتی ہے مسعیٰ میں لوگ صرف پنجگانہ نمازکی جماعت کے وقت نماز پڑھتے نظر آتے ہیں، عام اوقات میں نہیں، جب کہ مطاف میں اوقات جماعت کے علاوہ بھی لوگ کثرت سے نماز پڑھتے ہیں۔

اور پھر ہمارے ائمہ ثلاثہ سے اس بارے میں کوئی تصریح نہیں ہے سوائے اس کے کہ امام طحاوی نے کعبہ کے پاس جواز کو بیان کیا اور دیگر احناف نے بھی مطاف اور کعبہ کا ذکر کیا مگر علامہ عبدالہادی سندھی حنفی محشی صحاح ستۃ نے جو دو اقوال ذکر کئے ہیں ان میں پہلا قول پورے مکہ میں سُترہ کی عدم ضرورت کے بارے میں ہے، اور علماءِ احناف نے کُتُبِ فقہ میں اور خصوصاً کُتُبِ مناسک میں مطاف میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز ذکر کیا ہے۔ تو ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نتیجہ یہ نکلا کہ مطاف میں کعبہ کے نزدیک حاجت زیادہ ہوتی ہے اس لئے ضرورت پیش آنے پر نمازی کے آگے سے طواف نہ کرنے والا بھی گزر جائے اور مطاف کے کناروں سے دیکھ لے اگر نمازی کے آگے سے گزرے بغیر گزرنے کی سبیل ہے تو

نمازی کے آگے سے نہ گزرے بلکہ دوسری راہ اختیار کرے اور پھر مسجد حرام میں ضرورت اور کم ہو جاتی ہے لہٰذا وہاں نمازی کے آگے سے نہ گزرے اور اگر کوئی سبیل نہ ہو تو مجبوراً گزر جائے کہ ہمارے علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ گزرنے کا جواز حرم بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اور حرم بیت اللہ کا اطلاق مسجد حرام پر اسی طرح کیا جاتا ہے جس طرح مطاف پر، لیکن بچنے کی کوشش کرے کہ یہاں ایسی حاجت نہیں جیسی کہ مطاف میں، اس لئے کہ یہاں ستون موجود ہیں اور وہاں نہیں اور مسعیٰ میں جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ضرورت صرف جماعت کے وقت ہوتی ہے اور اس وقت سعی بھی بتدریج رُک جاتی ہے اور وہاں اس زمانے میں یہ حاجت پیش نہیں آئی تھی اس لئے فقہاءِ احناف نے صرف مطاف و مسجد حرام کا ذکر کیا اور فی زمانہ بھی ہم دیکھتے ہیں تو یہی حاجت مسعیٰ میں پیش نہیں آتی کہ تو وہاں بھی گزرنا جائز ہو۔

یہ ایک اہم اور ضروری مسئلہ تھا کہ جس کی طرف برادرم مولانا محمد عرفان ضیائی دامت برکاتہم العالیہ نے استفتاء کے ذریعے احقر کی توجہ دلائی، اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے جس قدر کتُبِ فقہ میسر آئیں ان کی طرف مراجعت کرکے جو تحقیق اس مسئلہ میں ہو سکی میں نے کی، اگر یہ حق ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے ورنہ وہ میری جانب سے ہے۔ حضرات علماء کرام میں سے جسے اس سے اختلاف ہو دلائل سے اس کا رد کر دے تو احقر اپنی تحریر سے رجوع کرنے میں تأمل نہیں کرے گا۔ و الحق أحق أن یتبع

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ٨ جمادى الأولى ١٤٢٨ھ، ٢٥ مايو ٢٠٠٧ م (389-F)

آبِ زم زم سے وضو و غسل کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ مسجد الحرام میں بیٹھے رہنے سے وضو ٹوٹ جائے تو اٹھتے ہیں اور آبِ زم زم سے وضو کر کے پھر بیٹھ جاتے ہیں، بعض مسجد کے خدام کو بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو بجائے

روکنے کے خود آبِ زم زم سے وضو کرنے کا کہتے ہیں، شرع مطہرہ میں آبِ زم زم سے وضو اور غسل کا کیا حکم ہے؟

(السائل: حافظ بلال قادری، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ و تقدس الجواب: آبِ زم زم کو حقیقی یا حکمی ہر قسم کی نجاست کے ازالہ کے لئے استعمال کرنا درست نہیں، محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام کے شاگرد (کما فی منحة الخالق) علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

> و لا يستعمل إلا على شئٍ طاهرٍ و يكره الاستنجاء به
>
> یعنی، آبِ زم زم کو نہ استعمال کیا جائے مگر پاک چیز پر اور اس سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔

اس کے تحت شارح ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

> فلا ينبغي أن يغسل به ثوب نجس، و لا أن يغتسل به جنب و لا محدث، و لا في مكان نجس ...... و كذا إزالة النجاسة الحقيقة من ثوبه أو بدنه حتى ذكر بعض العلماء تحريم ذالك، و يقال: إنه استنجى به بعض الناس فحدث به الباسور (٢٠٧)
>
> یعنی، تو اس سے نجس (ناپاک) کپڑے کو نہیں دھونا چاہئے اور نہ اس سے جُنبی غسل کرے (یعنی وہ شخص کہ جس پر غسل واجب ہو گیا ہو) اور نہ بے وضو (اس سے وضو کرے) اور نہ نجس جگہ (اسے استعمال کرے یا ڈالے) ...... (جس طرح سے استنجاء مکروہ ہے) اسی طرح اس سے نجاست حقیقی کو اپنے کپڑے یا بدن سے زائل کرنا (مکروہ ہے) یہاں تک کہ بعض علماء نے اس کا حرام ہونا ذکر کیا ہے، اور کہا گیا کہ کسی نے اس سے استنجاء کر لیا تو اُسے بواسیر کا مرض ہو گیا۔

٢٠٧۔ المسلك المتقسّط إلى المنسك المتوسط، باب المتفرقات، فصل، ص ٥٤٠

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

و اما ازالۂ نجاست چنانکہ استنجاء و مانند آن حرام است نزد بعضے و مکروہ است نزد بعضے دیگر، و گویند کہ استنجاء کردہ کسی بآب زم زم میں حادث گشت بوی باسور(۲۰۸)

یعنی، مگر آبِ زم زم سے نجاست دُور کرنا جیسے استنجاء اور اس کی مثل اور کام (میں اس کا استعمال) وہ حرام ہے بعض کے نزدیک اور دوسروں کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور کہتے ہیں کسی شخص نے آبِ زم زم کے ساتھ استنجاء کرلیا تھا تو اسے بواسیر کا مرض ہوگیا۔

اور علامہ تقی الدین محمد بن احمد بن علی الفاسی المکی المالکی متوفی ۸۳۲ھ نے اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال بیان کئے ہیں کہ ماوردی کی ''حاوی'' میں جو ہے اس کی بنا پر بالاجماع اس سے تطہیر جائز ہے اور امام نووی نے ''شرح المہذب'' میں لکھا کہ آبِ زم زم سے نجاست زائل کرنے سے بچنا چاہئے خصوصاً نجاست کے وجود کو دور کرنے سے اور خصوصاً اس سے استنجاء کرنے سے۔ اور محبّ طبری نے اس سے نجاست کے زائل کرنے کے حرام ہونے پر جزم کیا اگرچہ اس صورت میں تطہیر حاصل ہو جائے گی۔ اصحاب مالکیہ میں سے ابن شعبان سے آبِ زم زم سے تطہیر کی ممانعت منقول ہے۔ مالکیہ میں سے ابن حبیب نے جوذکر کیا اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے وضو مستحب ہے۔ امام شافعی کا مذہب ہے کہ اس سے وضو اور غسل مستحب ہے، امام احمد نے ایک روایت میں اسے مکروہ قرار دیا۔ اور فاکہی نے ذکر کیا کہ اہل مکہ اپنی میتوں کے غسل سے فارغ ہو چکے ہوتے تو تبرکاً انہیں آبِ زم زم سے غسل دیتے اور ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے فرزند عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو آبِ زم زم سے غسل دیا۔(۲۰۹)

برکت حاصل کرنے کے لئے آبِ زم زم کا استعمال بالاتفاق جائز ہے اور صحابیہ حضرت

۲۰۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم، فصل سیوم، مسئلہ در ذکر چاہ زمزم الخ، ص ۱۳۸

۲۰۹۔ شفاء الغرام بأخبار بلد الحرام، المجلد (۱)، ذکر حکمۃ التطہیر بماء زمزم، ص ۴۱۴

اسماء رضی اللہ عنہا اور اہلِ مکہ کے عمل سے بھی یہی ثابت ہے اور علماء کرام نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ برکت حاصل کرنے کے لئے اس کا استعمال جائز ہے، چنانچہ صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام کے شاگرد علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و یجوز الإغتسال التوضؤ بماء زمزم علی وجه التبرك

یعنی، برکت حاصل کرنے کے لئے آبِ زم زم سے غسل اور وضو جائز ہے۔

اس کے تحت شارح ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی لا بأس بما ذکر إلا أنه ینبغی أن یستعمله علی قصد التبرك بالمسح أو الغسل أو التجدید فی الوضوء (۲۶۰)

یعنی، (علامہ رحمت اللہ سندھی نے) جو ذکر کیا (کہ آبِ زم زم سے غسل اور وضو برکت لینے کے لئے جائز ہے) اس میں کوئی حرج نہیں مگر اُسے چاہئے کہ برکت حاصل کرنے کے ارادے سے مسح یا غسل یا تجدید وضو کے طور پر استعمال کرے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

باک نیست در اغتسال و وضو بہ آبِ زم زم و قیل مکروہ است اغتسال بوی نہ وضو و باید کہ استعمال نکند آبِ مذکور را مگر بر بدن طاہر بطریق تجدید وضو و مانند آن(۲۶۱)

یعنی، آبِ زم زم سے غسل اور وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں اور کہا گیا کہ اس سے غسل کرنا مکروہ ہے نہ کہ وضو، مگر یہ چاہئے کہ آبِ زم زم کو ناپاک بدن پر استعمال نہ کرے۔

بہر حال اس مسئلہ میں علماء اسلام کے اقوال مختلف ہیں صحیح یہی ہے کہ ازالۂ نجاست کے

۲۶۰۔ المسلك المتقسّط إلی المنسك المتوسط، باب المتفرقات، فصل: و یستحب الإکثار من شرب ماء زمزم، ص ۵۴۰

۲۶۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم، فصل سیوم، مسئلہ در ذکر چاہ زمزم الخ، ص ۱۳۸

لئے اور رفعِ حَدَث کے لئے اس کو استعمال نہ کیا جائے۔ یعنی جنبی اس سے غسل نہ کرے اور بے وضو اس سے وضو نہ کرے اور اسے استنجاء کے لئے استعمال نہ کیا جائے اس سے ناپاک کپڑے نہ دھوئے جائیں کہ یہ برکت والا پانی ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

وارد شدہ است در حق زمزم کہ ہی مبارکۃ (۲۶۲)

یعنی، آبِ زم زم کے حق میں وارد ہے کہ یہ برکت والا ہے۔

اور یہ رُوئے زمین کے پانیوں سے بہتر پانی ہے چنانچہ حدیث شریف ہے:

و عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: "خَیْرُ مَاءٍ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ" الخ رواه الطبرانی فی "الکبیر" و رواته ثقات و رواه ابن حبان أیضاً (۲۶۳)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روئے زمین پر بہتر پانی آبِ زم زم ہے'' الخ اسے امام طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' میں روایت کیا ہے اور اس روایت کے راوی ثقات ہیں اور اسے امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔

اور یہی وہ پانی ہے جسے ثواب کی نیت سے دیکھنا عبادت ہے جیسا کہ ''لباب المناسك'' ، ''المسلك المتقسط'' (ص ۵۴۳) میں ہے اور ''حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب'' (ص ۱۳۹) میں ہے کہ

النظر إلی زمزم عبادة۔ رواه الفاکهی بسنده عن النبی ﷺ

یعنی، زم زم (کے کنوئیں) میں دیکھنا عبادت ہے۔ اسے علامہ فاکہی نے اپنی سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔

اور یہی وہ مبارک پانی ہے کہ جسے نبی ﷺ کے قلبِ اطہر کے غسل کا شرف حاصل ہوا، اور اس کی روایات حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ''صحیح البخاری'' کے کتاب الصلوٰۃ

۲۶۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۱۳۸

۲۶۳۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملّا علی القاری، باب المتفرقات، فصل، ص ۵۴۱

(باب کیف فرضت الصلوات فی الإسراء) میں اور حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے ''صحیح البخاری'' کے کتاب بدء الخلق (باب ذکر الملائکة) میں مروی ہے۔

اور یہی وہ پانی ہے کہ جس کے کنوئیں میں نبی ﷺ کا دہن مبارک میں لے کر نکالا ہوا پانی ڈالا گیا اور اس کی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ''مسند امام احمد'' (۳۷۲/۱، برقم: ۳۵۲۷) اور ''اخبار مکة للفاکهی'' (۵۵/۲) میں اور ''المعجم الکبیر'' للطبرانی (۹۷/۱۱) میں مروی ہے، اسی طرح ''البدایة و النهایة'' (۲۶۴) میں ہے۔

ایسے بابرکت اور اتنی فضیلتوں کے حامل پانی کو ناپاکی میں استعمال کرنا اور پاکی حاصل کرنے کے لئے استعمال کرنا درست نہیں، لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے اور اس سے برکت حاصل کرنا بالکل جائز بلکہ مستحسن ہے۔

اور سوال میں مذکور لوگ بے وضو ہونے کی صورت میں آبِ زم زم سے وضو کرتے ہیں اس لئے انہیں چاہئے کہ وہ اس سے وضو نہ کریں اور خادم کو بھی چاہئے کہ انہیں اس سے منع کریں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم، ذوالحجة ۱۴۲۷ھ، دیسمبر ۲۰۰۶ م (324-F)

آبِ زم زم میں کفن کی چادریں بھگونا کیسا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ لوگ کفن کے کپڑے کو آبِ زم زم میں بھگونے کے لئے لاتے ہیں ان کی نیت تبرک حاصل کرنا ہوتی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرف چھینٹے مارنا کافی ہے پورا بھگونا نہیں چاہئے کہ اس میں آبِ زم زم کا ضائع کرنا ہے اور استعمال کے بعد اس کو کسی جگہ ڈالنا بے ادبی ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

(السائل: نور بیگ، از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے آبِ زم زم کو ازالۂ

۲۶۴۔ البدایة و النهایة المجلد (۴)، باب دخول النبی ﷺ إلی مکة فصل إحلاله ﷺ الخ، ذکر إفاضته علیه السلام إلی البیت العتیق، ص ۱۴۵

نجاست کے لئے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے نجاست چاہے حقیقی ہو یا حکمی جیسے جنابت سے غسل یا وضو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

باک نیست در اغتسال ووضو بہ آبِ زم زم، و قیل مکروہ است اغتسال بوی نہ وضو، و باید کہ استعمال نکند آب مذکور را مگر بر بدن طاہر بطریق تجدید وضو و مانند آن واما ازالۂ نجاست چنانکہ استنجاء و مانند آن پس حرام است نزد بعضے ومکروہ است نزد بعضے دیگر، و گویند کہ استنجا کرد کسی بآب زمزم پس حادث گشت بوی باسور (۲٦٥)

یعنی، آبِ زمزم سے غسل اور وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور کہا گیا کہ اس سے غسل کرنا مکروہ ہے نہ کہ وضو، مگر یہی چاہئے کہ آبِ زم زم کو ناپاک بدن پر استعمال نہ کرے، پہلے سے وضو ہو تو تجدیدِ وضو آبِ زمزم سے کرلے اور اس کی مانند، مگر آبِ زمزم سے نجاست کو دُور کرنا جیسا کہ استنجاء کرنا اور اس کی مثل اور کوئی کام کرنا تو وہ بعض کے نزدیک حرام ہے اور بعض دیگر کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور کہتے ہیں کہ کسی شخص نے آبِ زم زم کے ساتھ استنجاء کرلیا تھا تو اسے بواسیر کا مرض ہوگیا۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ وضو ہو تو اسے بطورِ تجدیدِ وضو استعمال کرنا اسی طرح غسل ہو تو اسے بطور تجدیدِ غسل استعمال کرنا جائز ہے جو کہ درحقیقت وضو اور غسل نہیں بلکہ آبِ زم زم سے برکت لینا ہے یعنی برکت کے لئے اور شفاء حاصل کرنے کے لئے سر پر ڈالنا یا سینے پر ڈالنا اسی طرح پورے بدن پر ڈالنا جائز ہے کہ آبِ زمزم بیماریوں سے شفاء ہے چنانچہ طبرانی کی حدیث ہے کہ

"زَمْزَمُ شِفَاءُ سَقَمٍ" (۲٦٦)

یعنی، زمزم بیماری سے شفاء ہے۔

اسی طرح کپڑا اگر پاک ہے تو اسے آبِ زم زم میں بھگو لینا بھی جائز ہے یہ بھی دھونا

۲٦٥۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم، فصل سیوم، مسئلہ در ذکر جاہ زمزم الخ، ص۱۳۹

۲٦٦۔ حیاۃ القلوب، ص۱۳۸

نہیں بلکہ برکت حاصل کرنا ہے کہ آبِ زم زم خود برکت والا پانی ہے پھر اسی پانی کو نبی ﷺ کے قلبِ اطہر کے غسل کا شرف حاصل ہے جیسے ایامِ رضاعت میں جیسا کہ "صحیح مسلم" کے کتاب الایمان (برقم: ۲٦۱) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مذکور ہے، دوسری بار بعثت کے وقت اور شبِ معراج جیسا کہ "صحیح بخاری" کے کتاب الصلاۃ (باب کیف فرضت الصلوات الخ) میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے اور کتاب بدء الخلق (باب ذکر الملائکۃ) میں حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مذکور ہے۔ اور اسی پانی سے بھرے ہوئے ایک ڈول سے نبی ﷺ نے کچھ پانی اپنے دہن مبارک میں لیا اور پھر آپ نے اُسے ڈول میں دوبارہ ڈال دیا اور ڈول کے پانی کو آبِ زم زم کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ زم زم پر تشریف لائے ہم نے آپ کے لئے ایک ڈول بھرا تو آپ نے اس سے نوش فرمایا پھر اس میں کلی فرمائی تو ہم نے اُسے (یعنی کلی والا وہ مبارک پانی) زم زم (کے کنوئیں) میں گرا دیا۔ اور یہ حدیث "مسند احمد (۳۷۲/۱)" "اخبار مکہ للفاکہی" (۵۵/۲) اور المعجم الکبیر للطبرانی" (۹۷/۱۱) میں مذکور ہے۔

اور کفن بھگونے سے غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ یہ کفن متبرک ہو جائے، باقی رہا بھگونے کے بعد پانی تو اُسے کسی ناپاک جگہ نہ ڈالا جائے بلکہ کسی پاک جگہ ڈال دیا جائے یا دھوپ میں رکھ کر خشک ہونے دیا جائے اور یہ تصوّر کہ آبِ زم زم ضائع ہوتا ہے تو یہ تصوّر درست نہیں کہ برکت حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا گیا آبِ زم زم ضائع نہیں کہلاتا اور تبرکات کو کفن میں شامل کرنے کے بارے میں اہلسنّت کا وہی موقف ہے جو رسول اللہ ﷺ کے مبارک عمل سے کہ آپ نے کفن کے لئے اپنا قمیص عنایت فرمایا اور جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فعل سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے استعمال کردہ چادر میں دفن ہونے اور آپ ﷺ کے موئے مبارک اور ناخن مبارک کو کفن کے ساتھ رکھے جانے کی خواہش رکھتے تھے، اس طرح کے شواہد کُتُب احادیث میں بکثرت موجود ہیں، باقی رہا یہ سوچنا کہ پانی کم ہو جائے گا یا دوسروں کو نہیں ملے گا

یہ سوچ بھی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جب آنے اور لے جانے والے کم تھے تو اتنی مقدار میں آبِ زم زم نکلتا رہا کہ ان کی ضرورت پوری ہوتی رہی، پھر جیسے جیسے ضرورت بڑھتی گئی اس کی مقدار بھی بڑھتی گئی، آج صرف حج میں لوگوں کی تعداد ۲۵ سے ۳۵ لاکھ ہوتی ہے اور کبھی اس سے بھی تجاوز کر جاتی ہے، سب کے سب پیتے ہیں ساتھ لے جاتے ہیں، اس طرح مسجد نبوی شریف کے لئے بھی مستقل سپلائی ہوتا ہے اور وہاں سے بھی لوگ اپنے گھروں اور وطن لے جانے کے لئے بھرتے ہیں اور معتمرین کی تعداد سالانہ کتنی ہوگی، کبھی آبِ زم زم میں کمی آئی، ہرگز نہیں۔ اور نہ ہی کبھی آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۵ ذوالحجۃ ۱٤۲۷ھ، ٤ ینایر ۲۰۰۷م (346-F)

مسجد الحرام اور مسجد نبوی سے آبِ زم زم بھر کر باہر لانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد الحرام کے اندر سے آبِ زم زم بھر کر باہر لانا شرعاً کیسا ہے؟ نیز مسجد نبوی شریف سے آبِ زم زم بھرنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: آبِ زم زم اپنے وطن لانا مستحب ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی (۲٦۷) اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ (۲٦۸) لکھتے ہیں:

و یُستحبُّ حملُه إلى البلاد

یعنی، آب زم زم کا اپنے شہروں کی طرف لے جانا مستحب ہے۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

فإنه یجوز إخراجه من مكة (۲٦۹)

۲٦۷۔ لُباب المناسك، باب المتفرقات، فصل: و یستحبُّ الإکثار من شرب ماء زمزم

۲٦۸۔ رد المحتار على الدر المختار: ٤/٦۱

۲٦۹۔ المسالك في المناسك: ۲/۸۷۱

یعنی، آب زمزم کو مکہ سے لے جانا جائز ہے۔

اور ظاہر ہے کہ چشمۂ زم زم مسجد الحرام کے اندر ہے اور حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارکہ میں بھی اندر ہی تھا، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

مسجد در آں زمان ہمیں قدر بود کہ معروف است الآن بمطاف فقط (۲۷۰)

یعنی، مسجد اس زمانے میں اسی قدر تھی جو اَب (یعنی مخدوم علیہ الرحمہ کہ زمانے میں) مطاف کے نام سے معروف ہے۔

اور اس وقت آبِ زم زم وہاں سے پیا جاتا اور باہر بھی لے جایا جاتا تھا، چنانچہ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"أَنَّهَا كَانَتْ تَحْمِلُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ وَتُخْبِرُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَحْمِلُهُ" و قال أبو عيسىٰ: هذا حديث حسنٌ غريبٌ (۲۷۱)

یعنی، آپ رضی اللہ عنہا آبِ زم زم لے جاتی تھیں اور بتاتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ آبِ زمزم لے جایا کرتے تھے۔

اور دوسری حدیث میں ہے:

"أَنَّهُ كَانَ يَحْمِلُهُ، وَ كَانَ يَصُبُّهُ عَلَى الْمَرْضٰى وَ يَسْقِيْهِمْ، (وَ أَنَّهُ حَنَّكَ بِهِ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ رضی اللہ عنهما") رواه البيهقي في "السنن الكبرىٰ"، ۵/۲۰۲، كتاب الحج، باب الرخصة في الخروج بماء زمزم)، و البخاري في "التاريخ الكبير" (۳/۱۸۹)، و ليس فيهما "أَنَّهُ حَنَّكَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ رضی اللہ عنهما، و نقله علي القاري في "شرح اللباب" (ص٥٤٥) والشامي في "حاشيته على الدر"

۲۷۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم دربیان طواف، فصل دربیان شرائط صحت طواف، ص۱۱٦

۲۷۱۔ سُنَن الترمذی، المجلد (۲)، کتاب (۷) الحج، باب (۱۱۵)، ص۹۷، برقم: ۹٦۳

(ص ٤/٦١)

یعنی، آپ ﷺ آبِ زمزم لے جاتے تھے اور مریضوں پر ڈالا کرتے اور انہیں پلایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اسی کو اپنے دہن اقدس میں لے کر حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو گھٹی دی۔

اور ایک روایت ہے کہ

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَتَبَ إِلَى سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو بِمَكَّةَ أَنْ يَحْمِلَ إِلَى الْمَدِينَةِ رَاوِيَةً مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ (٧٨٩)

یعنی، نبی ﷺ نے حضرت سہیل بن عمر کو مکہ خط لکھا کہ وہ وہاں سے ایک بڑا مٹکا آبِ زم زم کا مدینہ طیبہ لے کر آئے۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ مسجد الحرام سے آبِ زم زم بھر کے لانا جائز ہے مگر اب چونکہ باہر بھی حکومت کی طرف سے آبِ زم زم بھرنے کا انتظام ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے مسجد الحرام کے اندر سے آبِ زم زم بھرنے پر پابندی ہے اور حکومتی کارندوں کا دروازوں پر آنے اور جانے والوں کے پاس خالی یا بھری ہوئی بوتلیں دیکھ کر انہیں ضبط کر لینا اور انہیں جھڑکنا، ڈانٹ ڈپٹ کرنا اس کی دلیل ہے کہ مسجد الحرام سے آبِ زم زم بھرنا قانونی طور پر ممنوع ہے اس لئے مسجد کے اندر پانی نہیں بھرنا چاہئے اور مسجد نبوی شریف میں آبِ زم زم ان لوگوں کے لئے رکھا گیا ہے جو مسجد میں آتے ہیں اور قانونی طور پر وہاں پینے کی اجازت ہے بھر کے لے جانے کی اجازت نہیں ہے، مسجد سے باہر باب جبریل کی سیدھ میں آگے بڑے نلکے لگائے گئے ہیں جہاں گھر لے جانے والوں کے آبِ زم زم بھرنے کی سہولت موجود ہے، لہٰذا وہاں سے بھرا جائے نہ کہ مسجد کے اندر سے کیونکہ وہ صرف زائرین اور نمازیوں کے لئے ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

(246-F)

٢٧٢۔ المسالك فی المناسك، المجلد (٢)، فصل فی تراب الحرام و حجارته ص ٨٧١

حرمِ مکہ سے کوئی چیز بطورِ تبرک اُٹھا کر لانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ حُدودِ حرم میں سے تبرک کے لئے پتھر یا خاک اٹھا کر لاتے ہیں کیا ان کا یہ فعل جائز ہے یا حرام؟ اور غلافِ کعبہ کا کوئی حصہ بطورِ تبرک لانا شرعاً کیسا ہے اور جو غلافِ کعبہ معظّمہ پر چڑھا ہوا ہے کچھ لوگ اس کے دھاگے نکالتے ہیں اور کچھ تو اس سے کچھ حصہ کاٹ لیتے ان کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟

(السائل محمد سلیم، موسیٰ لین، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے حرمِ مکہ سے کوئی پتھر یا خاک بطورِ تبرک لانے کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ علامہ سراج الدین بن عثمان الاوسی متوفی ٥٦٩ھ لکھتے ہیں:

لا بأس بإخراج الحجر و التراب من الحرم (٢٧٣)

یعنی، حرم سے پتھر اور مٹی نکال لانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

لا بأس بإخراج التراب و الأحجار التی فی الحرم

یعنی، وہ مٹی اور پتھر جو حرم میں ہیں انہیں نکال لانے میں کوئی حرج نہیں۔

باقی رہا خاص بیت اللہ شریف تو اس کی خاکِ پاک سے قدرِ یسیر کو بعض نے جائز کہا لیکن صحیح یہ ہے کہ قدرِ یسیر بھی ممنوع ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

و کذا فی تراب البیت المعظم إذا کان قدراً یسیراً للتبرك به بحیث لا تفوت به عمارة المکان، کذا فی "الظھیریة"، و صوّب ابن وھبان المنع عن تراب البیت لئلا یتسلّط علیه الجهال

٢٧٣۔ الفتاوی السراجیة کتاب الحج، باب المتفرقات، ص ٣٦

فیفضی إلی خراب البیت و العیاذ باللہ تعالیٰ، لأن القلیل من الکثیر کثیر، کذا فی "معین المفتی" للمصنّف (۲۷٤)

یعنی، اور اسی طرح بیت اللہ شریف کی خاک پاک جب کہ بہت تھوڑی ہو تبرک کے لئے لائے اس طرح کہ عمارت کو نقصان نہ ہو۔ اسی طرح "ظهيرية" میں ہے اور ابن وہبان نے بیت اللہ شریف کی خاک پاک کو اٹھانے سے منع کو حق قرار دیا ہے تاکہ جاہل لوگ اس پر مسلّط نہ ہو جائیں، پھر معاذ اللہ ان کا فعل بیت اللہ کے خراب تک پہنچ جائے، کیونکہ کثیر سے قلیل بھی کثیر ہوتا ہے، اسی طرح مصنّف کی "معین المفتی" میں ہے۔

غلافِ کعبہ معظّمہ کے بارے میں صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

غلافِ کعبہ معظّمہ جو سال بھر بعد بدلا جاتا ہے اور جو اُتار ا گیا فقراء پر تقسیم کر دیا جاتا ہے اس کو اُن فقراء سے خرید سکتے ہیں اور جو غلاف چڑھا ہوا ہے اس سے لینا جائز نہیں بلکہ اگر کوئی ٹکڑا جدا ہو کر گر پڑے تو اُسے بھی نہ لے اور لے تو کسی فقیر کو دے دے۔

اور کعبہ معظّمہ کی خوشبو کے بارے میں لکھتے ہیں:

کعبہ معظّمہ میں خوشبو لگی ہو اُسے بھی لینا جائز نہیں اور لی تو واپس کر دے اور خواہش ہو تو اپنے پاس سے خوشبو لے جا کر مَس کر لائے۔ (۲۷۵)

جب چڑھے ہوئے غلاف کا کوئی ٹکڑا گر جائے تو اُسے لینا بھی ممنوع ہے تو چڑھے ہوئے غلاف کا دھاگا نکالنا یا اس کا کوئی ٹکڑا کاٹ لانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے بلکہ اشد حرام

۲۷٤۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (٤)، کتاب الحج، باب الهدی، مطلب: فی کراهة الاستنجاء بماء زمزم، ص ٦١

۲۷۵۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، حرمین شریفین کے تبرکات، ص ۹۰۔۹۱

اور سخت گناہ ہے۔

والله تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰٦م (230-F)

بئرِ طویٰ سے نبی ﷺ کے غسل فرمانے کا ثبوت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مکہ مکرمہ میں طویٰ نام کا ایک کنواں ہے سُنا ہے کہ اس سے نبی ﷺ نے غسل فرمایا کیا یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے؟۔

(السائل: غلام علی جت، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں کہ

عن نافع قال: کان ابن عمر رضی اللہ عنهما إِذَا دَخَلَ أَدْنَی الْحَرَمِ أَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ، ثُمَّ يَبِيتُ بِذِی طُوًی، ثُمَّ يُصَلِّی بِهِ الصُّبْحَ، وَ يَغْتَسِلُ، وَ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ (۲۷٦)

یعنی، حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نصف حرم تک آ جاتے تو تلبیہ کو روک دیتے پھر ذی طُویٰ میں رات گزارتے پھر صبح کی نماز ادا کرتے اور غسل فرماتے اور بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی "صحیح" کے کتاب الحج، باب استحباب المبیت بذی طوی (رقم الحدیث: ۲۲٦، ۱۲۵۹) میں روایت کیا ہے۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

۲۷٦۔ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب (۳۸) الإغتسال عند دخول مکة

فإن النبی ﷺ اغتسل به و دخل مكة (۲۷۷)

یعنی، نبی ﷺ نے اس (کنوئیں) سے غسل فرمایا اور مکہ تشریف لائے۔

اسی طرح ڈاکٹر الیاس عبدالغنی نے تاریخ مکہ (ص ۱۵۷) میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے اس کنوئیں کے پانی سے غسل فرمایا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، اور یہ کنواں محلّہ جرول مکہ مکرمہ سے جاتے وقت شارع جبل الکعبہ کے دائیں طرف مستشفیٰ ولادہ کے سامنے نوتعمیر جفری بلڈنگ کے پیچھے واقع ہے اس کے آگے درخت ہیں اور اس پر ایک کمرہ بنا دیا گیا ہے، اب بھی موجود ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٦ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٦دیسمبر ٢٠٠٦ م (332-F)

سرزمینِ حرم میں سر سے جوئیں نکالنا

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک اسلامی بہن کو سر میں جوؤں کی وجہ سے خارش ہوتی ہے جس سے حالت احرام میں مشکل ہو جائے گی کہ بار بار کھجانا ہوگا جس سے بال ٹوٹیں گے تو کیا احرام حج سے قبل وہ جوئیں نکال سکتی ہے یا نہیں؟

(السائل: ایک اسلامی بہن، لبیک حج گروپ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس خاتون کے لئے جائز ہے کہ وہ احرام حج سے قبل سرزمین مکہ پر ہی اپنے سر سے جوئیں نکلوائے، کیونکہ سرزمین حرم میں بغیر حالتِ احرام کے جوؤں کو مارنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے تو اس حالت میں جوئیں نکالنا بطریق اَولیٰ جائز ہے بلکہ ضروری ہے تاکہ احرام باندھنے کے بعد بار بار سر کھجانے سے بالوں کے ٹوٹنے کا احتمال نہ رہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی

۲۷۷۔ المسالك فی المناسك: ۱/ ۳۷٤

۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

باک نیست بکشتن سپش در حرم چون کشند مُحرِم نباشد (۲۷۸)

یعنی، حرم میں جوئیں مارنے میں کوئی حرج نہیں، جب مارنے والا مُحرِم نہ ہو۔

اور علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لا شئ علی الحلال بقتلها فی الحرم (۲۷۹)

یعنی، غیر مُحرِم حرم میں جوں کو مارے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤دیسمبر ٢٠٠٦ م (320-F)

حدودِ حرم میں جوئیں مارنے کا حکم

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون نے غیر حالت احرام میں جُوئیں ماریں جب کہ وہ حُدودِ حرم میں ہیں اب شرع مطہرہ میں اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک خاتون از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ خاتون پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ حُدودِ حرم میں جوں مارنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ مارنے والا حالتِ احرام میں نہ ہو جیسا کہ "حیاة القلوب" (۲۸۰) میں ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لا شئ علی الحلال بقتلها فی الحرم (۲۸۱)

۲۷۸۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیزدھم در بعضے مسائل متفرقه، فصل دهم، ص ۲۸٦

۲۷۹۔ لباب المناسك مع شرحه لملا علی القاری، فصل فی قتل القمل، ص ٤١٧

۲۸۰۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب باب سیزدهم در بعضے مسائل متفرقه فصل دهم، ص ۲۸٦

۲۸۱۔ لباب المناسك، باب الجنایات، فصل فی قتل القمل

یعنی، غیر مُحرِم کو حرم میں جوؤں کو مارنے پر کچھ لازم نہیں۔

اس کے تحت ملا علی القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و کذا لو قتل المحرم قملة فی غیر بدنه بأن کانت علی الأرض أو نحوها فلا شیء علیه (۲۸۲)

یعنی، اسی طرح اگر مُحرِم نے اپنی بدن کے علاوہ کسی اور جگہ سے جوؤں کو مارا جیسے زمین پر یا اس کی مثل (کسی اور چیز) پر تو اس پر کچھ نہیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤ دیسمبر ٢٠٠٦ م (323-F)

بڑھاپے میں کمزور مثانے والے کا مسجد حرام میں جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون کے مسجد الحرام میں بوڑھاپے کی وجہ سے پیشاب کے چند قطرے نکل گئے جس سے اس کے کپڑے ناپاک ہوگئے اب اُسے کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: ایک خاتون از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جب ایسا واقعہ پیش آئے تو اُسے چاہئے کہ فوراً مسجد سے باہر آ کر بدن اور کپڑے جتنے ناپاک ہوئے انہیں دھو ڈالیں اور آئندہ پیشاب کر کے جائیں اور وہاں زیادہ دیر نہ رکیں صرف طواف کی غرض سے جائیں، اور ایسے اوقات میں جائیں جن میں وہاں لوگوں کا ازدحام کم ہوتا ہے جیسے کے رات کے وقت، اور طواف کر لیں تو واپس آ جائیں، ویسے بھی عورت کے حق میں فرض نماز اور سُنن ونوافل اپنی اقامت گاہ میں پڑھنا افضل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں صراحۃً مذکور ہے، اور یہی حکم ہے قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر ودرود کا بھی، یہاں پر ہر آنے والا یہی چاہتا ہے کہ مجھے زیادہ

۲۸۲۔ المسلك المتقسّط إلی المنسك المتوسّط، باب الجنایات، فصل فی قتل القمل، ص ٤١٧

سے زیادہ ثواب ملے اور ثواب کی کمی وزیادتی اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کرنے میں ہے، اور منشاءِ رسالت یہی ہے کہ عورتیں نمازیں گھروں میں پڑھیں اور اسی میں زیادہ ثواب ہے۔ اور پھر ایسے معذور کو مسجد میں جانا جائز نہیں، جس سے مسجد کا تقدس بحال نہ رہ سکے، اسی وجہ سے نبی ﷺ نے بچوں اور پاگلوں کو مسجدوں سے دُور رکھنے کا حکم فرمایا تا کہ مسجدوں کا تقدس پامال نہ ہو، لہٰذا مذکورہ خاتون پر لازم ہے کہ وہ سوائے طواف کرنے کے لئے ہرگز مسجد میں نہ جائے، طواف کے لئے بھی جب جائے تو پہلے سے پانی کا استعمال کم کر دے اور جانے سے قبل پیشاب کر لے تا کہ دورانِ طواف یہ نوبت نہ آئے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤ دیسمبر ٢٠٠٦ م (322-F)

نیپی لگے بچے کا دورانِ طواف پیشاب کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میاں بیوی طواف کر رہے تھے ان کے ساتھ ان کا چھوٹا بچہ تھا جسے انہوں نے نیپی (Pemper) لگا دی تھی کہ مسجد میں گندگی نہ ہو، دورانِ طواف بچے نے پیشاب کر دیا جو کہ نیپی کے اندر ہی رہا باہر نہ آیا، اب اس صورت میں بچے کو اٹھانے والے پر کچھ لازم آئے گا یا نہیں اور اس کا طواف صحیح ہوگا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد بچے کو اٹھانے والے کی مثال نجاست اٹھانے والے کی سی ہے اور جب طواف کرنے والے کے اپنے کپڑے نجس ہوں اور وہ اسی حالت میں طواف کر لے تو

۲۸۳۔ انوار البشارہ، فصل ششم، مُحرِم اور ان کے کفارے، ص ۷۰

اس کا فعل مکروہ ہوتا ہے مگر اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آتا، چنانچہ امام اہلسنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

نجس کپڑوں سے طواف مکروہ ہے، کفارہ نہیں۔(۲۸۳)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "فتاویٰ ھندیہ" سے نقل کرتے ہیں:

نجس کپڑوں میں طواف مکروہ ہے، کفارہ نہیں (۲۸۴)

لہٰذا صورت مسئولہ میں اس شخص پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔ اور کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ناسمجھ بچوں کو اپنے ساتھ مسجد میں نہ لے جایا جائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

"جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ" الخ

یعنی، اپنے بچوں سے اپنی مسجدوں کو بچاؤ۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ١٦ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٥ يناير ٢٠٠٧ م (347-F)

حج یا عمرہ کے بعد احرام کی چادروں کو پھینک دینا اسراف ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد احرام کی چادروں کا کیا کرنا ہوگا؟ بعض لوگ مکہ میں ہی اور بعض منیٰ میں ہی پھینک دیتے ہیں، ان کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ اور وہ احرام جسے حاجی ساتھ لایا مگر استعمال نہ کیا اسے کیا کرے؟

(السائل: نور بیگ، از لبیک حج گروپ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام کی چادریں استعمال کے بعد بھی اس قابل ہوتی ہیں کہ ان کو متعدد بار بطور احرام استعمال کیا جاسکتا ہے یا کسی اور کام میں

۲۸۴۔ بہارِ شریعت، جلد(۱)، جرم اور ان کے کفارے، طواف کی غلطیاں، ص۵۰۴

۲۸۵۔ الاعراف: ۷/۳۱

لایا جاسکتا ہے یعنی وہ قیمتی مال ہوتا ہے جسے پھینک دینا شرعاً ممنوع ہے کہ یہ اسراف ہے اور قرآن کریم میں اسراف سے منع کیا گیا ہے اور اسراف کرنے والوں کی مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ الأية (٢٨٥)

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔ (کنز الایمان)

اور ہم دیکھتے ہیں کہ حرمین شریفین جانے والے واپسی پر اپنے ساتھ تبرکاً جو چیزیں اپنے ساتھ لاتے ہیں اور انہیں خود رکھتے ہیں یا اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دیتے ہیں ان میں کافی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو وہاں کی بنی ہوئی نہیں ہوتیں محض اس پاک سرزمین سے ہو کر آنے سے ہم اسے متبرک سمجھتے ہیں تو کیا یہ احرام کی چادریں اس پاک سرزمین پر نہیں پہنچیں یہ متبرک نہیں ہوئیں اگر وہ استعمال کی گئی ہیں تو ان چادروں نے مطاف کو مَس کیا ہوگا، کعبۃ اللہ کی دیواروں کو چھوا ہوگا، عرفات کی پاک سرزمین کو لگی ہوں گی یہ تو بطریقِ اولیٰ متبرک ہوئیں پھر ان کو پھینک دینے کا کیا مطلب؟ حاجیوں کو چاہئے کہ اس تبرک کو اپنے ساتھ لے جائیں آبِ زم زم میں بھگولیں، مدینہ شریف گھما لائیں، پھر خود رکھیں کہ کفن کے لئے کام آئیں یا کسی اور کو دیں تو وہ بھی خوشی خوشی اس عظیم تحفے کو قبول کرے گا۔

اور نئے احرام کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ قیمتی مال ہے اُسے پھینک دینا اسراف ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ١٥ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٤ يناير ٢٠٠٧ م (345-F)

جمعہ کے روز حج کی فضیلت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ الحمد للہ اس سال حج جمعۃ المبارک کے دن ہے اور لوگ اسے حج اکبر کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے یہ ایک حج ثواب میں ستر حج کے برابر ہے اور سُنا ہے کہ یہاں کے مطوّے کہتے ہیں حج جمعہ کے روز ہو یا کسی اور روز اس میں کوئی فرق نہیں اور ہمارے ایک سُنّی ہیں ان کی تحریر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے جو حج قبول ہو جائے وہی حج اکبر ہے اور عمرہ کو حج اصغر اور حج کو حج اکبر کہتے ہیں اور انہوں نے ایک شعر سے بھی اس پر استدلال کیا ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ فقہ حنفی کی روشنی میں اس مسئلہ کو دلائل سے واضح کریں تا کہ تذبذب دُور ہو اور مسئلہ واضح ہو۔

(السائل: محمد سہیل قادری، محلّہ حارّۃ الباب شبیکہ، مکۃ المکرّمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب جمعہ کا دن یوم عرفہ کے موافق ہو جائے تو اس روز کا حج ان ستر حج سے افضل ہے جو جمعہ کے دن نہ ہوں''۔ اور یہ حدیث "تجرید الصحاح" "تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق"، "مراقی الفلاح شرح نور الایضاح" اور "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" میں موجود ہے۔

اور علامہ مدقق حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ جو اپنے زمانے کے بڑے فقیہ تھے ان کی عبارت یہ ہے:

و أفضل الأيام يوم عرفة إذا وافق يوم الجمعة وهو أفضل من سبعين حجة فی غیر جمعة رواه صاحب معراج الدراية بقوله: و قد صحّ عن رسول الله ﷺ أنه قال: أَفْضَلُ الْأَيَّامِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِذَا وَافَقَ جُمُعَةً، وَ هُوَ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ حَجَّةٍ" ذكره فی

"تجريد الصحاح" بعلامة المؤطا و كذا قاله الزيلعی شارح الكنز (٢٨٦)

یعنی، تمام دنوں میں افضل دن عرفہ کا دن ہے جب وہ جمعہ کے موافق ہو اور وہ اُن ستر حجوں سے افضل ہے جو جمعہ کے علاوہ کسی اور دن میں ہوں، اسے صاحب معراج الدرایہ نے اپنے اس قول کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جب جمعہ کا دن یوم عرفہ کے موافق ہو جائے تو اس روز کا حج اُن ستر حجوں سے افضل ہے جو جمعہ کے دن نہ ہوں'' اسے "تجرید الصحاح" میں مؤطا کی علامت سے ذکر کیا اور اسی طرح شارح کنز زیلعی نے فرمایا۔

اور "مراقی الفلاح" کے محقق بشار بکری عرابی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے "فتح الباری" (٢٧١/٨) میں ذکر فرمایا ہے۔

اور اس حج کی فضیلت اور اسے حج اکبر کہنے کے جواز پر علامہ ملا علی القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے ایک مستقل رسالہ "الحظ الأوفر فی الحج الأكبر" کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔(۲۸۷)

پس ہمارے لئے مندرجہ بالا سطور میں مذکور حدیث اور حنفی فقہاء کی کُتب میں اس حدیث کا منقول ہونا اس حج کی فضیلت اور فضائل میں حدیث کے معتبر ہونے کے لئے کافی ہے اور اس حج کو ''حج اکبر'' کہنے کے لئے ملا علی القاری جو کہ بیک وقت ایک عظیم مُحدّث،

٢٨٦۔ مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الحج، فصل فی العمرة، ص ٤٢٦

٢٨٧۔ جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کا شعبہ نشر و اشاعت اپنی آئندہ اشاعت میں ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ کے اس موضوع پر تحریر کردہ رسالہ "الحظ الأوفر فی الحج الأكبر" بمع اردو ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ مرتّب

بڑے فقیہ اور مناسکِ حج کے ماہر تھے ان کی تصریح بلکہ اس کے لئے ان کی ایک مستقل تحریر کافی ہے، اگرچہ بعض لوگوں نے اسے "حج اکبر" کہنے کے بارے میں اختلاف بھی کیا ہے مگر وہ بھی اس روز مطلق حج ہے اور یہ حج اصغر یعنی عمرہ کے مقابلے میں ہے۔

بہر حال ہم حنفی ہیں ہمارے لئے فقہ حنفی میں اس مسئلہ کی جستجو لازم ہے، ہمارے فقہاء جو لکھیں وہی ہمارے لئے معتبر ہے، وہی مستند ہے، ان کے علاوہ کسی اور کے قول کی طرف توجہ کی ہمیں ہرگز حاجت نہیں تو فقہ حنفی کی کُتب میں اس بات پر ہرگز کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جمعہ کے دن وقوف عرفات دوسرے دن کے وقوف سے افضل ہے، پھر اس فضیلت کی متعدد وجوہ فقہاء کرام نے بیان کی ہیں۔ اور حنفی مناسک کی ایک مشہور و مستند کتاب "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" ہے جسے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ نے ۱۱۳۵ھ نے تحریر فرمایا، مصنف کا اپنا مقام فقہ حنفی میں مسلّم ہے اور آپ اپنے زمانہ اور اس کے بعد عرب و عجم خصوصاً بلاد حرمین شریفین میں معروف رہے اور سندھ و بلوچستان کے اکثر علماء کے مابین قدیم سے آپ کا نام بطور سند لیا جاتا رہا چنانچہ انہوں نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے آپ کے فائدے کے لئے اسے تحریر کر دیتا ہوں، لکھتے ہیں:

> مر وقوف عرفات را کہ واقع آید در روزِ جمعہ فضیلت زائد است بر وقوف در سائرِ ایام از وجوہ کثیرہ زیرا نکہ ہست در وے موافقت پیغمبر خدا ﷺ چہ وقوفِ اُو در حجۃ الوداع در روزِ جمعہ بود بلا خلاف، و مجتمع میشوند در وے دو روز کہ آنہاں افضل الایام اند، و حاصل می گردد، مر اعمال را شرف بشرف امکنہ و ازمنہ و موجود میشود در وے ساعتِ جمعہ کہ مستجاب گردد دعاء در وے، و بسبب کثرت اجتماع مومناں در وے، و بواسطہ اجتماع دو عبادات اعنی نمازِ جمعہ و وقوف در وے، و نیز موافق می شود این روز بروزیکہ کمال نمود حق سبحانہ تعالیٰ در وے دین خود را چہ نازل گشت بر پیغمبر خدا ﷺ در عرفات روز حجۃ الوداع کہ ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ الایۃ، و واقع شدہ است در روایتے کہ چون موافق گردد روزِ عرفہ بروزِ جمعہ مغفرت نماید حق سبحانہ تعالیٰ مر جمیع اہلِ وقوف را۔ سوال: اگر گفتہ شود کہ وارد شدہ است مغفرت در حق جمیع اہلِ موقف مطلقاً پس تخصیص آن بروزِ جمعہ بسبب چہ باشد۔ جواب: گفتہ شود کہ بعضے علماء گفتہ اند کہ بسبب آنکہ مغفرت نماید ایشان را خدائے تعالیٰ در وقوف در روزِ جمعہ بغیر واسطہ و در غیر او بخشد بعضے را از ایشان ببعضے دیگر، و بعضے علماء گفتہ اند کہ مغفرت کردہ شود در وقوف غیر روز جمعہ مر حجاج را فقط واللہ تعالیٰ اعلم و روایت کردہ است رزین در کتاب خود مسمّٰی بہ "تجرید الصحاح" از حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہ گفت فرمود پیغمبر خدا ﷺ کہ چون موافق گردد روزِ جمعہ بروزِ عرفہ پس حج آن روز افضل باشد از ہفتاد حج در غیر جمعہ کذا ذکرا لزیلعی فی شرح الکنز، ولیکن محدّثین را در ثبوت ایں حدیث مقال است، و شیخ عبدالحق دہلوی در "شرح سفر السعادۃ" گفتہ کہ آنچہ عامہ مردم ایں روز را "حج اکبر" گویند چیزے نیست ﴿وَیَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ﴾ کہ در قرآن واقع شدہ مراد بآن حج است قطعاً در مقابلہ حجِ اصغر کہ آن عمرہ است، و باوجود آن در فضل و شرف حج روزِ جمعہ شبہ نیست قطعاً از جہت شرفِ زمان و مکان و موافقت حج پیغمبر خدا ﷺ اھ، و ملا علی قاری افادہ نمود است حج اکبر را بر وقوف روز جمعہ، و تالیف نمودہ است در وے رسالہ را کہ نام نہادہ است او را "الحظ الأوفر فی الحج الأکبر" واللہ الموفق و المعین (۲۸۸)

۲۸۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیزدھم در بعضے مسائل متفرقہ، فصل در بعض مسائل متفرقہ، مسئلہ: وقوف عرفہ بروز جمعہ ص ۲۹۳۔۲۹۴

یعنی، جمعہ کے روز وقوفِ عرفات دوسرے دن کے وقوف سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور اس کی کئی وجوہ ہیں کیونکہ اس میں (حجۃ الوداع میں) رسول اللہ ﷺ کے وقوف کے ساتھ موافقت ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کا حجۃ الوداع میں وقوف بلا خلاف جمعہ کے روز تھا۔ اور (یہ کہ) اس روز دو روز جمع ہوتے ہیں جو کہ أفضل الأيام (تمام دنوں میں افضل) ہیں اور اعمال کو زمانہ اور مکان کے شرف کے ساتھ شرف حاصل ہو جاتا ہے، اور اس میں جمعہ کی وہ ساعت موجود ہوتی ہے جس میں دُعاء مستجاب (مقبول) ہوتی ہے، اور (ایک فضیلت) اس روز مسلمانوں کا کثیر اجتماع کے سبب سے ہے۔ اور (ایک فضیلت) اس روز دو دو عبادتوں یعنی نمازِ جمعہ اور وقوفِ عرفات کے اجتماع کے واسطے سے ہے، نیز اِس دن کو اُس دن سے موافقت ہوتی ہے جس میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تکمیل فرمائی کہ عرفات میں حجۃ الوداع کے روز آیت ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ الاية﴾ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جب یوم عرفہ یوم جمعہ کے موافق ہو (یعنی روزِ عرفہ کو جمعہ ہو) تو اللہ تعالیٰ تمام اہلِ موقف کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

سوال: اگر یہاں یہ کہا جائے کہ اہلِ موقف کی مغفرت کی روایت تو مطلق ہے پھر اس کو جمعہ کے ساتھ مختص کرنے کی کیا وجہ ہے؟ جواب: کہا جائے گا کہ بعض علماء کرام فرماتے ہیں اس سبب سے کہ بروزِ جمعہ وقوف کے دن اللہ تعالیٰ یہ مغفرت ہر ایک کے لئے بلا واسطہ فرماتا ہے اور جمعہ کے علاوہ وقوف کے روز یہ مغفرت بالواسطہ ہوتی ہے کہ بعض کی مغفرت

بعض دیگر کے واسطے ہوتی ہے۔ اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں جمعہ کے روز وقوف کے دن حجاج اور غیر حجاج سب کی مغفرت ہوتی ہے، جمعہ کے روز کے علاوہ دن وقوف میں صرف حجاج کی مغفرت ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اور کتاب "التجريد الصحاح" میں حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب جمعہ کا روز عرفہ کے دن کے موافق ہو جائے (یعنی جمعہ کو ۹ ذوالحجہ ہو) پس اس روز کا حج دوسرے دن کے حج سے ستر گُنا افضل ہے۔ اسی طرح (علامہ عثمان بن علی) زیلعی نے "تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق" میں ذکر کیا ہے، لیکن مُحدِّثین کو اس حدیث کے ثبوت میں تأمل ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "شرح سفر السعادة" میں فرمایا کہ عام لوگ جو اس دن کے حج کو "حج اکبر" کہتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور قرآن کریم میں جو ﴿يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ﴾ کے کلمات آئے ہیں اس سے مطلق حج مراد ہے جو حجِ اصغر یعنی عمرہ کے مقابلے میں بولا گیا ہے۔ اس کے باوجود جمعہ کے دن حج کے شرف و فضیلت میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے شرفِ زمانہ اور شرفِ مکان کی جہت سے اور رسول اللہ ﷺ کی موافقت کی جہت سے۔

اور ملا علی قاری نے جمعہ کے روز حج کے "حجِ اکبر" ہونے کا افادہ کیا ہے اور اس پر ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے اور اس رسالہ کا نام "الحظ الأوفر في الحج الأكبر" (یعنی حج اکبر میں ثواب کا وافر حصہ) رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمانے والا اور بہترین مددگار

ہے۔ (ترجمہ مکمل ہوا)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

وقوفِ عرفہ جمعہ کے دن میں ہوتو اس میں بہت ثواب ہے کہ یہ دو عیدوں

کا اجتماع ہے اور اسی کو لوگ ''حج اکبر'' کہتے ہیں۔(۲۸۹)

لہٰذا ثابت ہوا معتمد و مستند فقہاء و علماء نے اس حج کو ''حج اکبر'' بھی کہا ہے اور بعض نے اگر اس سے اختلاف کیا مگر اس حج کے دوسرے دن میں حج سے افضل ہونے کے وہ بھی قائل ہیں۔ اب بھی اگر کوئی اس دن کے حج کی فضیلت کا انکار کرے تو اس کا انکار ہرگز بلا دلیل ہوگا جس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور پھر عمرہ کو اگر ایک جگہ ''حج اصغر'' اور حج کو ''حج اکبر'' کہا گیا ہے تو قرآن و حدیث میں سینکڑوں مقامات پر عمرہ کو عمرہ اور حج کو حج بھی کہا گیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں جہاں بھی عمرہ اور حج کا ذکر ہے وہاں عمرہ کے لئے عمرہ کا اور حج کے حج کا کلمہ استعمال کیا گیا ہے یہی حال حدیث شریف کا بھی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے العُمْرَۃُ فِیْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حجۃً رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے اور رہی یہ بات کہ جو حج مقبول ہو جائے وہی ''حج اکبر'' ہے یہ بات ''حج اکبر'' (یعنی جمعہ کے روز حج کے دن واقع ہونے) کے افضل ہونے کی نفی نہیں کرتی، یہ اسی طرح ہے کہ کہا جائے جو نماز اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو جائے وہ نماز کعبۃ اللہ میں پڑھی گئی نماز سے افضل ہے اور جو حج مقبول نہ ہوا گرچہ جمعہ کے روز کا حج ہی کیوں نہ ہو اس سے وہ حج افضل ہے جو جمعہ کے روز تو نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہو گیا۔ اور پھر اشعار جو فقہی احکام بیان کرنے کے لئے نہ کہے گئے ہوں ان سے استدلال کرنا درست نہیں ہوتا اور وہ کسی فقہی حکم کے لئے دلیل نہیں ہوتے، غیر فقہی اشعار میں اس قسم کے تذکرے سے شاعر کی مراد مسلمانوں کی اصلاح ہوتی ہے کہ وہ اپنی عبادات کو خالص اللہ کے لئے ادا کریں اور ان کو ان کے آداب

۲۸۹۔ بہار شریعت، حج کی سنت کا سوال، ص ۱۳۵

کے ساتھ بجا لائیں۔ اور محظورات کے ارتکاب سے بچیں اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید رکھیں وغیرہا۔(۲۹۰)

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء،۲۹ ذی القعدة ۱٤۲۷ھ، ۱۹ دیسمبر ۲۰۰٦ م (309-F)

۲۹۰۔ ہم نے دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) سے حج وعمرہ کے مقدس سفر کے بارے میں جاری ہونے والے فتاویٰ کو علیحدہ کر کے ان میں سے جن کی اشاعت کو ہم نے ضروری سمجھا انہیں اس مجموعہ میں شامل کیا جسے تین حصوں میں مفت اشاعت میں ممبران کے لئے شائع کیا جا رہا ہے، اور عام قاری کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنت اور دارالاسلام کے باہمی اشتراک سے تینوں حصے ایک ہی جلد میں شائع کرنے کا اہتمام بھی کر رہے ہیں تا کہ کتب خانوں پر بھی دستیاب ہو سکے اور یہ سلسلہ ان شاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا جیسے جیسے اس موضوع پر فتاویٰ جمع ہوتے رہیں گے دیگر حصص شائع ہوتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کاوش کو علماء اور عوام کے لئے نافع بنائے آمین۔ فقط مرتب

مآخذ ومراجع

1۔ اثارۃ الترغیب و التشویق ۔دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

2۔ الآحاد و المثانی ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٣م

3۔ الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤١٧ھ۔ ١٩٩٧م

4۔ أخبار مکۃ للأزرقی ۔ مکتبۃ الثقافیۃ، مکۃ المکرمۃ الطبعۃ العاشر ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

5۔ أخبار مکۃ للفاکھی ۔ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ، مکۃ المکرمۃ

6۔ إرشاد الساری شرح صحیح البخاری ۔ دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠٠م

7۔ إرشاد الساری فی مناسك الملا علی قاری ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

8۔ أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ۔ دار الفکر بیروت، ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٣م

9۔ الإصابۃ فی تمیز الصحابۃ ۔ دار الفکر، بیروت، ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠١م

10۔ إمداد الفتاح ۔ دار احیاء التراث العربی ۔بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠١م

11۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۔ أیچ أیم سعید کمپنی، کراتشی

12۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

13۔ البدایۃ و النھایۃ لابن کثیر ۔ دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

14۔ البنایۃ فی شرح الھدایۃ ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

15۔ بھار شریعت ۔ مکتبہ إسلامیۃ، لاھور

16۔ التاریخ الکبیر للبخاری ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤٢٢ھ۔ ٢٠٠١م

17۔ تاریخ مکۃ مکرمۃ ۔ مکتبۃ الملك الفھد الوطنیۃ، الطبعۃ الأولی ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

18۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

19۔ التجنیس و المزید ۔ إدارۃ القرآن و العلوم الإسلامیۃ، کراتشی، الطبعۃ الأولی ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٤م

20۔ تحفۃ الأخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ۔ دار بلنسیۃ للنشر و التوزیع، الریاض، الطبعۃ الأولی ١٤٢٠ھ۔ ١٩٩٩م

21۔ تحفۃ الفقھا ۔ دار الفکر، بیروت، ١٤٢٢ھ۔ ٢٠٠٢م

22۔ التصحیح و الترجیح علی مختصر القدوری ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت

23۔ تنویر الأبصار مع شرحہ للحصکفی ۔ دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ١٣٩٩ھ۔ ١٩٧٩م

24۔ التیسیر فی الفقہ الحنفی من شرح تنویر الأبصار و رد المحتار علی الدر المختار ۔ دار الکلم الطیب، دمشق، الطبعۃ الأولی ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

25۔ الجوھرۃ النیرۃ شرح مختصر القدوری ۔ میر محمد کتب خانہ، کراتشی

26۔ حاشیۃ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب ۔ إدارۃ المعارف، کراتشی ١٣٩١ھ

27۔ حاشیۃ السندی علی السنن للنسائی ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤١٥ھ۔ ١٩٩٥م

28۔ حاشیۃ الشبلی علی التبیین ۔ دار المعرفۃ بیر وت،الطبعۃ الثالثۃ ١٣٩٣ھ۔ ١٩٧٩م

29۔ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۔ دار المعرفۃ بیروت ١٣٩٥ھ۔ ١٩٧٥م

30۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

31۔ حاشیۃ مجمع البحرین ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤٢٦ھ۔ ٢٠٠٥م

32۔ الحاوی فی بیان آثار الطحاوی ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٩م

33۔ الحج، مصنّفہ العلامۃ محمد سلیمان أشرف ۔ قطب مدینۃ پبلشرز، کراتشی

34۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب ۔ مطبوعۃ: إدارۃ المعارف، کراتشی ١٣٩١ھ

35۔ خزانۃ المفتین ۔ مخطوط مصوّر

36۔ خلاصۃ الفتاویٰ ۔ المکتبۃ الرشیدیۃ کوئتۃ

37۔ الدرایۃ فی تخریج أحادیث الھدایۃ مع الھدایۃ۔ مکتبۃ شرکۃ علمیۃ ملتان

38۔ الدرر الحکام ۔ مطبعۃ أحمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ ۱۳۲۹ ھ

39۔ الدر المختار ۔ دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۹ ھ۔ ۱۹۷۹م

40۔ الدر المنتقیٰ شرح الملتقیٰ علی ھامش المجمع۔ دار الطباعۃ العامرۃ، مصر

41۔ رد المحتار علی الدر المختار ۔ دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۹ ھ۔ ۱۹۷۹م

42۔ رسالہ امام حرم اور ہم ۔ مکتبہ اویسیہ، بہاولپور

43۔ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق ۔ المکتبۃ النوریۃ سکھر، الطبعۃ الأولی ۱٤۰۳ ھ۔ ۱۹۸۲م

44۔ سنن أبی داؤد ۔ دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۸ ھ۔ ۱۹۹۷م

45۔ سنن ابن ماجۃ ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۹ ھ۔ ۱۹۹۸م

46۔ سنن الترمذی ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۱ ھ۔ ۲۰۰۱م

47۔ سنن الدار قطنی ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۷ ھ۔ ۱۹۹٦م

48۔ السنن الکبریٰ للبیھقی ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۰ ھ۔ ۱۹۹۹م

49۔ سنن الکبریٰ للنسائی ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۱ ھ۔ ۱۹۹۱م

50۔ سنن النسائی ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۵ ھ۔ ۱۹۹۵م

51۔ شرح سنن ابن ماجۃ للمغلطائی ۔ مکتبۃ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ الطبعۃ الأولی ۱٤۱۹ ھ۔ ۱۹۹۹م

52۔ شرح معانی الآثار ۔ عالم الکتب، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱٤ ھ۔ ۱۹۹٤م

53۔ شفا الغرام بأخبار بلد الحرام ۔ دار الکتاب العربی، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۰۵ ھ۔ ۱۹۸۵م

54۔ صحیح البخاری ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۹ ھ۔ ۱۹۹۸م

55۔ صحیح المسلم ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۱ ھ۔ ۲۰۰۱م

56۔ صغیری شرح منیۃ المصلّی ۔ میر محمد کتب خانہ کراتشی

57۔ طلبۃ الطلبۃ فی اصطلاحات الفقھیۃ ۔ قدیمی کتب خانہ کراتشی

58۔ عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ ۔ مکتبۃ إمدادیۃ ملتان

59۔ العنایۃ فی شرح الھدایۃ مع فتح القدیر ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت

60۔ عون المعبود شرح سنن أبی داؤد ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۹ ھ۔ ۱۹۹۸م

61۔ غرر الأحکام مع شرحہ للمصنّف ۔ مطبعۃ أحمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ ۱۳۲۹ ھ

62۔ غنیۃ ذوی الأحکام فی بغیۃ درر الحکام ۔ مطبعۃ أحمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ، مصر

63۔ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلّی ۔ سہیل اکیڈمی، لاہور

64۔ غنیۃ الناسك فی بغیۃ المناسك ۔ إدارۃ القرآن و العلوم الإسلامیۃ، کراتشی، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۷ ھ

65۔ الفتاویٰ التاتارخانیۃ دار احیاء التراث العربی ۔ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۵ ھ۔ ۲۰۰٤م

66۔ فتاویٰ ذخیرہ علی فتاویٰ قاضیخان ۔ مخطوط مصوّر

67۔ الفتاویٰ الرضویہ ۔ مکتبۃ رضویۃ، کراتشی

68۔ الفتاویٰ السراجیۃ ۔ میر محمد کتب خانہ، کراتشی

69۔ فتاویٰ العلامۃ محمد سنبل المکی علی ھامش قرۃ العین بفتاویٰ علماء الحرمین ۔ مکتبۃ القدس، کوئتۃ

70۔ فتاویٰ قاضیخان علی ھامش الفتاویٰ الھندیۃ ۔ دار المعرفۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۳ ھ۔ ۱۹۷۳م

71۔ فتاویٰ واحدی ۔ مطبع کیلانی الیکٹرک لاہور ۱۳٤٦ ھ۔ ۱۹۲۷م

72۔ الفتاویٰ الولوالجیۃ ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲٤ ھ۔ ۲۰۰۳م

73۔ الفتاویٰ الھندیۃ ۔ دار المعرفۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۳ ھ۔ ۱۹۷۳م

74۔ فتاویٰ یورپ ۔ شبیر برادرز، لاہور

75۔ فتح باب العنایۃ فی شرح کتاب النّقایۃ ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲٦ ھ۔ ۲۰۰۵م

76۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱٤۲۱ ھ۔ ۲۰۰۰م

77۔ فتح الرحمانی ۔ المکتبۃ القدس، کوئتۃ

78ـ فتح القدير ـ دار إحياء التراث العربی، بيروت

79ـ الفقه الحنفی فی ثوبه الجديد ـ دار القلم، دمشق، الطبعة الأولی ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٨م

80ـ الوائد السنية فی المسائل الدينية ـ مخطوط مصوّر

81ـ فیوض الباری شرح صحیح البخاری ـ علامه ابو البرکات اکادمی، لاهور

82ـ الکافی شرح الوافی للنسفی ـ مخطوط مصوّر

83ـ كتاب الإختيار لتعليل المختار ـ دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٣هـ ـ ٢٠٠٢م

84ـ كتاب الأصل المسمّٰی بالمبسوط ـ عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٠هـ ـ ١٩٩٠م

85ـ كتاب الثقات لابن حبان ـ مؤسسة الكتب الثقافية، حيدر آباد دكن، الطبعة الأولی ١٣٩٩هـ ـ ١٩٧٩م

86ـ كتاب الجرح و التعديل ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠٢م

87ـ كتاب ناسخ الحديث و منسوخه ـ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠هـ ـ ١٩٩١م

88ـ الكفاية شرح الهداية مع الفتح القدير ـ دار احياء التراث العربی، بيروت

89ـ کنز الایمان فی ترجمة القرآن ـ المکتبة الرضویة، کراتشی

90ـ کنز البیان فی مختصر توفیق الرحمٰن علی هامش رمز الحقائق ـ المکتبة النوریة سکھر، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٣هـ ـ ١٩٨٢م

91ـ كنز الدقائق مع النهر الفائق، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠٢م

92ـ اللباب شرح الکتاب علی هامش مختصر القدوری، میر محمد کتب خانه، کراتشی

93ـ لباب المناسك مع شرحه لملا علی قاری ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٥م

94ـ المبسوط للسرخسی ـ دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢١هـ ـ ٢٠٠٠م

95ـ المتانة فی المرمة عن الخزانة ـ الجنّة لأدب السندی، کراتشی

96ـ مثير العزم الساكن إلی أشرف الأماكن ـ مكتبة الصحابة جدة، و مكتبة التابعين،

القاهرة، الطبعة الأولی ١٤١٥هـ

97ـ مجامع المناسك و نفع الناسك ـ مدرسه اسلامیة نقشبندیة، افغانستان

98ـ مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر ـ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٨م

99ـ مجمع البحرين و ملتقی النيرين ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٦هـ ـ ٢٠٠٥م

100ـ مجموعة رسائل ابن عابدين ـ المكتبة الهاشمية، دمشق

101ـ المختار للفتویٰ مع شرحه للمصنّف ـ دار المعرفة بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٣هـ ـ ٢٠٠٢م

102ـ مرءآة الحرمين، قومندان حرس المحمل، مصر

103ـ مراقی الفلاح فی شرح نور الإيضاح ـ مكتبة مرزوق، دمشق

104ـ المستدرك للحاكم ـ دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠٢م

105ـ المسالك فی المناسك ـ دار البشائر الإسلامية بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٤هـ ـ ٢٠٠٣م

106ـ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٨م

107ـ المسند لأبی يعلیٰ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٦هـ ـ ٢٠٠٥م

108ـ المسند للإمام أحمد ـ المكتب الإسلامی، بيروت

109ـ المسند للإمام أحمد ـ مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢١هـ ـ ٢٠٠١م

110ـ المسند الحميدی ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٨م

111ـ المصنّف لعبد الرزاق ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢١هـ ـ ٢٠٠٠م

112ـ المعجم الكبير للطبرانی ـ دار احياء التراث العربی، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠٢م

113ـ معرفة السنن و الآثار ـ دار الكتب العلمية، بيروت ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠١م

114ـ ملتقی الأبحر مع شرحه ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٨م

115ـ منحة الخالق علی البحر الرائق ـ أيج أيم سعيد كمپنی، کراتشی

116ـ نخب الأفكار فی تنقيح مبانی الأخبار ـ الوقف المدنی الخيری، الهند الطبعة الأولی

١٤٢٥هـ ـ ٢٠٠٤م

117ـ النهر الفائق شرح كنز الدقائق ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠٢م

118ـ نور الإيضاح مع شرحه ـ مكتبة مرزوق، دمشق

119ـ الوافي مع شرحه للمصنّف ـ مخطوط مصوّر

120ـ وقار الفتاوىٰ ـ بزم وقار الدين، كرائشي

121ـ وقاية الرواية مع شرحه ـ مكتبة امدادية ملتان

122ـ الهداية ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ ١٩٩٠م

123ـ هداية السالك إلى مذاهب الأربعة في المناسك ـ دار البشائر الإسلامية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٤هـ ـ ١٩٩٤م

124ـ الهدية العلائية ـ مكتبة القدس، كوئتة